ہو الرزاق المتین

مکتوباتِ عالیہ

حضرت شاہ عبدالرزاق علوی القادری الجھنجھانوی

ترجمہ

ڈاکٹر تنویر احمد علوی

ادارۂ مطبوعات [illegible]

هو الرزاق المتین

مکتوباتِ عالیہ

حضرت شاہ عبدالرزاق علوی القادری الجھنجھانوی

ترجمہ

(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی

ادارہ مطبوعات مدرسۂ نور محمدیہ
جھنجھانہ ضلع مظفر نگر۔ یوپی
۱۹۸۴ء

سنہ اشاعت ——— سنہ ۱۹۸۴ء
تعداد اشاعت ——— ۱۰۰۰
کاتب ——— ابرار حسین جھنجھانوی
——— سید ابو جعفر زیدی
پریس ——— نامی آفیسٹ پرنٹرس دہلی
زیر اہتمام ——— نسیم احمد علوی
قیمت ——— ۲۵ روپے

ادارہ مطبوعات مدرسۂ نور محمدیہ
جھنجھانہ ضلع مظفر نگر، یو۔ پی

انتساب

بہ روحِ پُر فتوح حضرت محبوبِ سُبحانی

شاہ عبدالقادر جیلانیؒ

مشتملات

	صفحۂ اختتام
ابتدائیہ	۴
دیباچہ	۱۹
مکتوبات (فارسی)	۷۶
ترجمۂ مکتوبات	۱۵۸
اضافات	۱۶۲

الحمدُ للہ والشکر علیٰ احسانہٖ

حضرت شاہ العالمین ابا عبداللہ حضرت شاہ عبدالرزاق علوی القادری کے مکتوبات عالیہ کا یہ ترجمہ اصل فارسی متن کے ساتھ پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے

اے خدا شکر ترا شکر ترا شکر ترا

اب سے کچھ زمانے پہلے یہ بات ہمارے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ حضرت کے متبرک خطوط کا کوئی قلمی مجموعہ بھی موجود ہے اس لیے جب اچانک یہ معلوم ہوا کہ پیر ڈمریا بابا کی خانقاہ واقع بھاگلپور بہار کی لائبریری میں حضرت کے مقدس مکاتیب قلمی صورت میں دستیاب ہیں تو مسرّت کے ساتھ حیرت بھی ہوئی۔

جیسے ہی یہ اطلاع ملی اس فقیر نے ان کی موجودگی کی مزید توثیق اور ان کے حصول کے لیے لائبریری کے ذمّہ داران سے مراسلت شروع کر دی اور دل یہ کہتا رہا

یارب این آرزوے من چہ خوش ست

تو بدین آرزو مرا برسان

اس معاملے میں محبِّ مکرّم منظر حسین صاحب بی۔ اے علیگ ہماری ستائیشِ خاص کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ازراہِ اخلاص اس علمی خدمت کی ذمّہ داری قبول فرمائی — اصل قلمی نسخے سے اس کے متن کو نقل کیا، اسی کے ساتھ مجھ ناچیز پر مزید یہ احسان فرمایا کہ فارسی متن کا اُردو میں ترجمہ کر کے ارسال کیا۔ یہ کریمانہ اخلاق اور محسنانہ طرزِ عمل موصوف کے علمی ذوق، صوفیانہ ادب سے خصوصی تعلّق اور حضرت شاہ العالمین کی ذات سے اُن کی قلبی نسبت کو ظاہر کرتا ہے۔

جیسے ہی اصل متن اور ترجمہ شدہ خطوط مجھے ملے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ جلد از جلد بغیر کسی تاخیر کے شائع ہو جائیں تاکہ دوسرے اہلِ ارادت اور اصحابِ علم

بھی ان سے حسب دلخواہ مستفید و مستفیض ہو سکیں لیکن ترجمہ اور متن کے تقابلی مطالعہ کے بعد کچھ احباب اور اصحابِ علم نے یہ مشورہ دیا کہ ترجمہ اپنی موجودہ صورت میں شائع کیا جائے یہ مناسب نہیں۔

میں نے اپنے برادرِ عزیز ڈاکٹر تنویر احمد علوی سے اس کا ذکر اور بعض دوستوں اور بزرگوں کی اس خواہش کا اظہار کیا کہ یہ ترجمہ وہ خود کریں لیکن دو سوا دو سال پہلے ان دنوں میں اپنے منصبی کاموں کی ذمہ داریوں اور خرابیِ صحت کی وجہ سے انھوں نے انکار کیا۔ دو تین ماہ اسی حیص بیص میں گذر گئے۔ آخر میرے اور پیر جی ناظر حسن قبلہ کے بیحد اصرار پر انھوں نے اس ذمہ داری کو قبول کر لیا اور سال گذشتہ سے پیوستہ رمضان المبارک کے اوائل میں اس کام کو شروع کر دیا۔ سچ یہ ہے کہ منظر حسین صاحب کی مخلصانہ کوشش و عنایت کے بعد میرے اور خود برادر عزیز ڈاکٹر تنویر کے لیے نئے سرے سے ترجمہ کا مسئلہ اخلاقی اعتبار سے ایک آزمایش کا مرحلہ تھا لیکن بعض مجبوریوں کے تحت ایسا کرنا پڑا۔ نیز میرا خیال یہ بھی تھا کہ حضرت شاہ العالمین کی تصانیف اور ان کے سوانح و سیرت پر مبسوط کتب کے ترجمہ کی وجہ سے آں برادر کے ذہن کو حضرت کے طریق فکر اور اسلوب تحریر سے ایک گونہ مناسبت پیدا ہو گئی ہے جو ترجمہ میں معاون ہوتی ہے تاہم بڑی حق ناشناسی ہوگی اگر اس سلسلہ میں منظر حسین صاحب کی نہایت پرخلوص علمی خدمت کا اعتراف نہ کیا جائے۔ اگر ان کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو نہ خود یہ متن دستیاب ہوتا نہ اس کے دوبارہ ترجمہ کی نوبت آتی۔ سچ یہ ہے کہ یہ سب انھیں کا احسان ہے۔ اللہ پاک ان کو اس کی جزائے خیر دے۔

یہ اتفاق ہے کہ اس سے پیشتر حضرت شاہ العالمین کی تصنیف عالی "صحائف معرفت" اور حضرت کے سوانح و سیرت سے متعلق "خیر البیان" (صحیفۂ ابرار) کے ترجمہ کی سعادت بھی ڈاکٹر تنویر کے حصہ میں آئی تھی اور ملفوظاتِ رزاقیہ کے ترجمہ نگار بھی وہی ہیں۔ اس بار انھوں نے ترجمہ کا کام اس حالت

میں انجام دیا کہ وہ بیمار اور صاحب آزار تھے اور اس وقت بھی کہ یہ سطور قلمبند کی جا رہی ہیں وہ دردِ نقرس کی شدید اذیتوں اور اس کی پیدا کردہ تکالیف کی سفاکیوں کا شکار ہیں اور پچھلے دو ہفتہ سے پنت نرسنگ ہوم نئی دہلی میں زیرِ علاج ہیں اللہ پاک اپنی رحمت سے ان کو شفائے عاجل اور صحتِ کامل عطا فرمائے آمین۔

آنعزیز کی بیماری کی وجہ سے ان متبرک خطوط کے فارسی متن کی نقل عربی عبارات کی تصحیح اور ترجمہ کے مسودہ کی تبئیض کے کام میں مولوی مقصود الحسن صاحب مدرس عربی مدرسۂ اہلِ حدیث، جامع مسجد دہلی نے برادر عزیز ڈاکٹر تنویر کی بہت کچھ مدد کی، اس کے لیے میں ان کا بطور خاص شکر گذار ہوں۔

فارسی متن اور ترجمہ کی کتابت کا کام میرے محترم دوست اور ہم وطن ابرار صاحب نے اپنی کبر سنی کے باوجود بے حد محنت اور خصوصی لگن کے ساتھ انجام دیا، اس کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں ان کا شکریہ ادا کروں۔ لیکن اپنے ضعفِ بصارت کے باعث وہ اس کی تصحیح کے کام سے معذور رہے یہ بھی وقت کی بات ہے کہ حضرت کے مکتوبات عالیہ کے متن اور ترجمہ کی کتابت ابرار صاحب کی کاتبانہ زندگی کا آخری کام ہے۔

محبّ مکرّم ابرار حسین صاحب کی معذوری و مجبوری کے بپیشِ نظر تصحیح کتابت کے لیے میں نے اپنے ایک دوسرے کاتب دوست منظور صاحب (دہلی) سے درخواست کی اور انھوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس خدمت کو قبول فرمایا اور مجھے ممنون کیا۔

زیرِ نظر تشکّر نامہ اور برادر عزیز ڈاکٹر تنویر احمد کے مقدمہ کی کتابت کے فرائض ابو جعفر زیدی صاحب نے انجام دیے۔ اللہ پاک دونوں دنیاؤں میں ان کو جزائے خیر دے۔

میں مکرمی مولوی نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی، پیرجی ناظر حسن صاحب قبلہ،

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، مولانا امداد صابری، اکرم نانوتوی، نور الحسن راشد کاندھلوی فرزندان عزیز سلیم احمد (کراچی) اور انیس احمد علوی (دہلی) اور ان تمام اعزا و احباب کا شکر گذار ہوں جنھوں نے اس کام کے سلسلہ میں مجھے مفید مشورے دیے اور اخلاقی تعاون سے نوازا۔

احقر العباد

نسیم احمد علوی جھنجھانوی

(جھنجھانہ ضلع مظفر نگر)

۱۵ راگست ۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شاہ العالمین شاہ عبدالرزاق علوی القادری کی تصنیف منیف "صحائفِ معرفت" آپ کے ملفوظاتِ عالیہ، سید علی اجودھنی کی تالیف "ملفوظاتِ رزاقیہ" اور حضرت کے سوانح و سیرت سے متعلق کتاب خیرالبیان (صحیفۂ ابرار) کی بازیافت اور ان کے تراجم کی اشاعت کے بعد حضرت کے مکتوبات عالیہ کے ایک قلمی مجموعہ کی دریافت صوفیانہ ادب اور علمی تحریرات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں جس کے لیے کیا جا سکتا ہے۔

ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

یہ قلمی مجموعہ جو حضرت کے ۲۴ متبرک مکاتیب پر مشتمل ہے۔ پیر ڈمریا بابا کی خانقاہ سے وابستہ کتاب خانہ کے نوادرات کا حصّہ اور اس کے بیش بہا قلمی ذخیرہ کی زینت ہے جو دہلی اور حضرت کے وطنِ مالوف جھنجھانہ شریف سے بہت دور بھاگلپور صوبہ بہار میں واقع ہے۔

یہ مکتوبات عالی، کن مقامات اور کن مبارک ہاتھوں سے گذرتے ہوئے اس خانقاہ تک پہنچے، انھیں کب اور کس نے مرتب کیا، ان کا کاتب کون ہے اور اس نے نقل برداری کا کام خود اپنے شوق سے کیا یا کوئی دوسرا شخص اس کے لیے وجہ تشویق بنا، موجودہ معلومات کی روشنی میں ان تحقیقی امور سے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے۔

اس مختصر مجموعہ کے ابتدائیہ سے جو خود بھی بہت مختصر ہے، پتہ چلتا ہے کہ اسے حضرت کے کسی فرزند نے جمع کیا تھا۔

"میگوید ضیعف ترین بندگان خلاق عبدالرزاق (کذا) کہ آنچہ مکاتیب کرام و مراسلاتِ عظّام کہ حضرت والا بجانب مریدان صادق و یاران موافق

ارسال فرمودہ بودند۔ ایں گہرہائے متفرق را در سلک انتظام کشیدم و نکات غریب و رموزات عجیب را جمع کردم تا طالبان صادق و دوستان واثق فائدہ گیرند و بہرہ مند گردند بعونہٖ و فضلہٖ "۔

اس عبارت میں حضرت کا نام آجانے کی وجہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ ان خطوط کے مرتب خود حضرت شاہ العالمین ہیں اور ایسی صورت میں یہ ان کے والد شیخ احمد زاہد کے رشحات قلم ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔

ضعیف ترین بندگان خلاق کے بعد حضرت شاہ العالمین کا نام عبدالرزاق یا تو غلطی سے لکھا گیا یا پھر حضرت کے نام اور اس سے پہلے آنے والے کلمات کے مابین کوئی حصہ عبارت کتابت سے رہ گیا ہے جس سے مرتب کے نام کا حال معلوم ہوتا۔ چونکہ ان خطوط کو مرتب کرنے والے نے اپنے والد کے مکاتیب کہا ہے اس لیے یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ یہ حضرت کے کسی بیٹے کی سعی مشکور ہو اور بگمانِ غالب یہ شاہ محمد ہوسکتے ہیں جو حضرت کے بڑے فرزند، خلیفہ و جانشین تھے۔

یہ خط شیخ احمد زاہد کے نہیں اس لیے کہ ان کے مخاطبین و مکتوب الیہ حضرت شاہ العالمین ہی کے احباب متبعین اور معاصرین ہیں۔

مسایل بھی وہ ہیں جن پر ہم حضرت شاہ العالمین کو فکر فرمائی و خامہ فرسائی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

اس کا پہلا خط جو شیخ حسین پانی پتی کے نام تحریر ہوا اس کے مصنف حضرت شاہ العالمین ہی ہیں۔ اس کا ثبوت اخبار الاخیار سے بھی فراہم ہوتا ہے۔ جو صوفیائے کرام کا ایک اہم تاریخی تذکرہ ہے اور جس کے مولف حضرتِ والا کے ایک معاصر شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں۔ صاحب تذکرہ نے یہ مکتوب حضرت ہی کے نام سے نقل کیا ہے اور اس سے متعلق مسایل و مباحث پر گفتگو کی ہے جو ایک نہایت اہم متنی شہادت ہے۔

ان خطوط میں مختلف موقعوں پر حضرت نے اپنے نام کا اظہار بھی کیا ہے۔

غرض کہ اس میں شبہ کی گنجایش نہیں کہ یہ متبرک مکاتیب حضرت ہی کے قلمی آثار میں سے ہیں اور وہ مسایل زبان قلم سے بیان ہوئے جو حضرت کے ذہن اور روحانی زندگی سے گہرا رشتہ رکھتے ہیں اور جن پر اپنے احباب اور اہل علم سے گفتگو سے آپ والہانہ شوق و شغف رکھتے ہیں۔

ان مکاتیب کے ترجمہ کی ذمہ داری جب برادر محترم نسیم احمد صاحب علوی نے اپنی خواہش اور بعض اہلِ علم کی فرمایش کے مطابق بڑے ابرام کے ساتھ میرے سپرد فرمائی تو میں بہت بیمار تھا اور آج کل بھی صاحب فراش ہوں۔

اس وقت دو ڈھائی ماہ کی مختصر مدت میں یہ کام پورا ہو گیا تھا لیکن اس کی کتابت اور تصحیح کتابت میں دو سال سے بھی کچھ زیادہ مدت صرف ہو گئی۔

جہاں تک ترجمہ کا سوال ہے اپنی محدود نظر اور اپنی ادبی فکر کی کم مائگی کے باعث میرا یہ خیال ہے کہ لفظی ترجمہ کے مقابلہ میں احتیاط سے کیا ہوا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ نسبتاً کچھ زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ لفظی ترجمہ جس میں لفظ و معنی کا رشتہ اپنی تمام نزاکتوں کے ساتھ باقی رہے زیادہ پر وثوق اور مستند سمجھا جاتا ہے مگر اس سے عبارت کا ربط و تسلسل اور تفہیم مطالب کا عمل متاثر ہوتا ہے اور عام حالات میں متن سے قاری کی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔

بامحاورہ ترجمہ میں گاہ گاہ آرایشی لوازمات اور کم و بیش غیر ضروری کلمات کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ یہ وہ عناصر ہیں جن سے بامحاورہ تراجم پر مشتمل عبارتیں اکثر گراں بار نظر آتی ہیں اور اصل و نقل میں حقیقت کا رشتہ بہت کمزور پڑ جاتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ تحریر ترجمہ اور اصل متن میں لفظ و معانی کا وہ داخلی ربط اور خارجی رشتہ باقی رہے جسے "عبارتے کہ بہ معنی برابری دارد" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ترجمہ کرتے وقت اصل عبارت کی ادبی یا علمی خوبیوں کو ذہن میں رکھا جائے یہ بھی لابدی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اس کے اپنے لطفِ ادا اور حسنِ بیان سے اپنی امکانی حدود کے ساتھ ترجمہ محروم

نہ رہے تاکہ قاری کی دلچسپی اور مطالب رسی کا سلسلہ قائم رہے اور ترجمہ میں اصل کا سا لطف آئے۔

جس فن سے متعلق کوئی کتاب ہے اس کی اصطلاحات، طریقِ فکر اور اسالیبِ ادا کا اثر ترجمہ اور اس کی زبان پر بھی مرتب ہوتا ہے اور اس کا اپنا انداز ادا جملوں کی ساخت اور نثری آہنگ بھی اس سے تاثر قبول کرتا ہے یوں بھی علمی گفتگو بہت سادہ اور عامیانہ زبان میں ممکن نہیں اور طرزِ بیان میں اگر سپاٹ پن آجائے تو اچھی خاصی بات بھی بے وزن اور بے مزہ ہوجاتی ہے کتاب کے موضوع دائرہ گفتگو، اور اس فن کی مبادیات سے بھی پڑھنے والے کا واقف ہونا ضروری ہے ورنہ سادہ علمی بات چیت بھی، اپنے اثر و نفوذ اور ترسیلِ معنی سے قاصر رہے گی۔

راقم الحروف کو حضرت شاہ العالمین کے ان متبرک خطوط کے بامحاورہ ترجمہ میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے، اس کا فیصلہ کچھ وہ افراد ہی زیادہ بہتر کرسکتے ہیں جو اس نوع کے کاموں کا تجربہ اور ان کے خوب و ناخوب کی صحیح پرکھ رکھتے ہیں۔

یہ تحریریں باقاعدہ خط ہیں اور جیسا کہ ان کے آغاز و اختتام سے پتہ چلتا ہے انھیں حضرت نے اپنے پاس آنے والے مکتوبات کے جواب کے طور پر سپردِ قلم کیا ہے۔

ان خطوط قدسی میں سے پانچ خط شیخ اسمٰعیل کے نام ہیں، دو شیخ امان پانی پتی کو بھیجے گئے ہیں، تین خطوں کے مکتوب الیہ سید علی اجودھنی ہیں، دو خط شیخ خواجہ کے لیے تحریر کیے گئے ہیں، دو خط شاہ محمدؐ کے نام ہیں، شیخ اویس، شیخ سلطان محمد، شیخ حبیب اللہ اور سید محمدؐ کو ایک ایک مکتوب ارسال فرمایا گیا ہے، ایک خط بیک وقت شیخ احمد اور شیخ معین الدین کو تحریر کیا گیا ہے ان میں ایک خط یعنی مکتوب نوزدھم ایسا بھی ہے جس کے مکتوب الیہ کے نام کا پتہ نہیں چلتا۔

بیشتر خطوط میں بعض کشفی حقایق بالخصوص وجودی تصوّرات اور ان سے وابستہ اسرار و رموز کی تشریح و تعبیر پیش کی گئی ہے جو جادۂ معرفت اختیار کرنے والوں اور سیر و سلوک کے مرحلوں سے گذرنے والوں کے لیے وسیلۂ روشن بن سکتے ہیں۔

حضرت شاہ العالمین فکری اور وجدانی سطح پر وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور اپنی تحریروں میں وہ اس متصوفانہ حقیقت کے ان تھک شارح نظر آتے ہیں۔ اس عہد کے بعض دوسرے صوفیا کی طرح حضرت بھی "فصوص الحکم" کو "انجیلِ معرفت" تصوّر کرتے ہیں اور اس معاملے میں اپنے معاصرین اور پیش رو اہلِ روحانیت سے بھی کچھ آگے ہیں۔

صاحب اخبار الاخیار نے لکھا ہے: (ترجمہ)

"ان کے اور شیخ امان پانی پتی کے مابین مسئلہ توحید و اطلاق وجود اور عالمِ صورت میں اس کی عینیت و غیر عینیت کے بارہ میں کوئی گفتگو ہوئی تھی۔ شیخ امان پانی پتی اور اس زمانہ کے بعض دوسرے مشائخ کی طرح اطلاق حق کے مسئلہ کو ایک دوسرے رنگ میں پیش کرتے تھے......" (ص ۲۳۷)

آگے چل کر لکھا ہے:

شیخ عبدالرزاق نے ذات باری کی عینیت افرادِ عالم کے ساتھ اس کی نسبت اور حق تعالےٰ عز اسمہٗ کی ورائیت کے بارے میں شیخ حسین پانی پتی کو ایک طویل خط لکھا تھا، یہی وہ موضوع ہے جس پر شیخ عبدالرزاق اور شیخ امان پانی پتی کے درمیان تحریری مناظرہ ہوا تھا۔

شیخ حسین پانی پتی شیخ عبدالرزاق کے مخصوصین میں تھے۔ بڑے صاحب ذوق و شوق شخص تھے اور فنافی الشیخ کا رتبہ رکھتے تھے۔

حضرت شاہ العالمین اور شیخ امان پانی پتی کے مابین اس خاص موضوع پر

تحریری مناظرہ کی بات اس لیے زیادہ اہم ہے کہ دونوں کا حلقۂ تربیت ایک ہی تھا دونوں ہی حضرت سیّد محمّد مودود لاری کے اہل ارادت میں سے تھے اور تصوف کے منتہی طالب علم ہونے کے باوصف حضرت سیّد مودود (لاری) سے فصوص الحکم کا درس لیتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن معرفت وروحانیت کے نازک مسائل ہیں، جہاں فکری تجزیوں اور فلسفیانہ تعبیروں کے ساتھ ذاتی ذوق و وجدان کو بھی بہت کچھ دخل ہو، اس نوع کے اختلافات کا معنیاتی سطح پر سامنے آنا ایک فطری بات ہے۔

زیر نظر مکتوبات میں یہ مسئلہ بار بار زیر بحث آیا ہے اور گوناگوں عقلی و علمی دلائل کے ساتھ وجودی فکر کی سچائیوں کو پیش کیا گیا ہے اور مذکورہ مکتوب تو اس ضمن میں بے حد اہم ہے۔ اس میں وجودی تصوّر پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت نے لکھا ہے:

(ترجمہ) "تمام عالم وموجوداتِ عالم نورِ حق یعنی تجلی ذات سے پیدا اور روشن ہیں اور اسی کی بدولت انھوں نے مختلف ہیئتوں اور شکلوں کو اختیار کیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ سوائے ذاتِ حق کے کوئی شے موجود نہیں اور تمام اشیا کی نمود اسی کے نورِ وجود کی مرہونِ منت ہے۔ یہ خیال کہ ذاتِ حق ماسوائے عالم ہے اور عالم ماورائے ذاتِ حق ہے صحیح نہیں۔"

جس کو ہم نظر بر عالم ظاہر وجود کہتے ہیں وہ دراصل "التباسِ وجود" ہے حضرت نے معرفت حق کی دو قسمیں قرار دی ہیں، ایک استدلالی اور دوسری وجدانی۔ اور ان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

(ترجمہ) "معرفت استدلالی" یہ ہے کہ انسانی ذہن پر ذات الٰہی کی تجلّیات کا پرتو اپنے تمام حسن ویقین کے ساتھ ان تمام مخلوقاتِ عالم میں ضوفگن ہو جو ارض وسماوات کے مابین ہیں اور ان تمام اشیائے مادی ونورانی کے مشاہدے سے ..... وہ روشنی میسّر آئے ..... کہ اس کے لیے ہر شے

اپنے بنانے والے پر.... ایک روشن دلیل بن جائے۔"

معرفت حقیقی ایک وجدانی شے ہے جس میں عارف کی اپنی ذات التباسات وجود سے آزاد ہو جاتی ہے۔ ریاضت و مجاہدے اور دوام ذکر کے واسطے سے جس کے دوران قلب و زبان پوری طرح ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور سالک "ہوا شیخ" کی رسّی کو مضبوط تھامے ہوئے راہ فنا میں گامزن رہتا ہے اور "منبعِ بقا" تک پہنچتا ہے جس کے ذریعہ اللہ پاک اسے اپنی رحمت اور اسمائے قدسی کی برکت سے ملبوس قدسیت سے آراستہ کرتا ہے اور وہ ملابس وجود سے مکمل طور پر مبرّا اور منزہ ہو جاتا ہے یہ معرفت حق بالحق ہے (ص ۳)

اگر بغور دیکھا جائے تو معرفت حق کی یہ دوسری منزل وہ مقام قدسیت ہے جہاں پہنچ کر انسانی ذہن اپنے روحانی شعور اور وجدانی فکر کے ساتھ وحدۃ الوجود کے محیط نور کو از افق تا بہ افق موجزن دیکھتا ہے اور دوسری کسی شے کے وجود کا جو اعتباری ہے اُسے احساس تک نہیں ہوتا۔

اور جس کو حضرت "معرفت استدلالی" کہتے ہیں اپنے حقیقی معنی میں "وحدۃ الشہود" ہے کہ وہ بھی عرفان حق ہے اور جس کے دھنک کے سے نیم دائرے اور ہفت رنگ حلقہ سے گذر کر انسانی ذہن اپنے والہانہ ذوق و جستجو کے ساتھ "وحدۃ الوجود" کے نورانی حلقہ میں داخل ہوتا ہے۔

"ہوا شیخ" دراصل شیخ کی ذات میں صفات کاملہ کے اجتماع کا روحانی احساس ہے جس کی وجہ سے شیخ کے سامنے ایک زمانہ میں سجدۂ تحریمی بھی جائز تھا، شیخ کی ذات سے وابستہ روشنی و رہنمائی سلوک کے پر پیچ و پر خطر راستوں میں وہی کام دیتی ہے جسے بیابان کی شب تاریک میں قندیل رہبانی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

یہی وہ تصور تھا جس کے زیر اثر اس دور میں کسی مرشد کامل کی جستجو اور اس

تک رسائی کو حاصل حیات خیال کیا جاتا تھا اور اس روحانی دولت سے دوری و مہجوری کو انسان کی سب سے بڑی محرومی سمجھا جاتا تھا۔ ان بزرگوں کے یہاں انفس و آفاق کا وہ کائناتی تصور نہ تھا جس تک ہماری رسائی آج ہوئی ہے۔ روحانی کیفیات ارضی حقایق نیز مراتب وجود کی تعبیر بھی، ان کے یہاں ان کی مخصوص نفسیاتِ قدسی کی تابع تھی۔ ان کے نزدیک مقامِ فنا سے گذر کر ہی منزلِ بقا تک پہنچنا ممکن تھا اور اس سے مراد احساس وجود سے گذر جانا تھا۔

حضرت کے یہاں وجودی نفسیات کا اثر کتنا گہرا ہے اس کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان مکتوباتِ عالیہ میں سے ہر مکتوب کی بیاض پیشانی "ہوالموجود" سے مزیّن ہے اور الف سے لے کر ی تک جو بحث بھی اس بارہ خاص میں کسی خط میں آئی ہے اس میں گویا اسی "اسم اعظم" کی روح اپنے حقایق روحانیت کے ساتھ موجود ہے۔

دوئی کا رشتہ ان عینیت پسند صوفیا کے یہاں محض خیالی اور اعتباری ہے۔ وہ توحید کے معنی وحدۃ مطلق اور فقط ذاتِ حق تصوّر کرتے ہیں جو ذات الذات ہے، عین حقیقت اور سرچشمۂ حیات ہے، واحد و لاشریک ہے۔ اس کے تصور کے تحت یہ اہلِ روحانیت، معلوم سے محسوس اور محسوس سے "لاموجود" کی طرف ذہنی سفر کرتے ہیں اور "اللّٰہ" تک آجاتے ہیں جہاں مرکز و محیط اور ظاہر و باطن میں یکتائی کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور احساس غیر و غیریت مٹ جاتا ہے۔

هوالاوّل هوالآخر هوالظاهر هوالباطن

وجودی فلسفہ ان لوگوں کی نگاہ میں جو اس کا ذاتی حیثیت سے نہ صحیح تجزیہ کر سکتے ہیں نہ تجربہ رکھتے ہیں، ایک ایسا نفسیاتی تجربہ اور روحانی ارتفاع کا مرحلہ ہے جس سے یہ اصحاب حق گذرتے ہیں اور لفظ سے معنی اور معنی سے معنویت کی طرف رہ گذار ہوتے ہیں۔

حضرت نے آیاتِ قرآن، احادیثِ رسول، بزرگوں کے اقوال اور صوفیانہ شاعری کے اعلیٰ نمونوں سے بھی اپنے خیالات کی وضاحت کی ہے۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

انسان کے سلسلۂ احساس و اِدراک نے شعورِ زیست وحقائق موجودات کی بہت سی سطحوں کو چھوا ہے اور ان کی معنیاتی گہرائیوں میں ڈوب جانے کی سعی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لیے ہمہ وقت وہمہ حال مراتب وجود و حقائقِ موجودات سے انکار ممکن نہ ہوگا۔ خود تخلیق کائنات کو قرآنِ پاک میں "بالحق" کہا گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں وہ محض کوئی فریب یا حلقۂ دامِ خیال نہیں ہے۔ "کُن" ایک حقیقت سہی مگر "فیکون" سے اُسے الگ کرکے نہیں دیکھا جاسکتا جس نے قوس قزح جیسے رنگ در رنگ دائرہ کی تخلیق کی ہے اور خلوت خانۂ وحدت سے گذر کر نگار خانۂ کثرت تک روشنی کے سفر کی طرح مراتب وجود کو طے کیا ہے۔ انسانی قوائے فکر وعمل بالخصوص قانون شریعت کی قائم کردہ حدود کے لحاظ سے زندگی میں امتیازات واعتبارات کی بھی بڑی اہمیت ہے اسی کے ساتھ عمل و ردِ عمل کا وہ سلسلہ بھی ہے جو ہمارے ارضی و مادی وجود اور اس کے حسّی وحیاتیاتی تقاضوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی لیے اربابِ شریعت اور اصحابِ تقویٰ وحدۃ الشہود کے کچھ زیادہ قائل نظر آتے ہیں اور وحدۃ الوجود کے سلسلۂ افکار کو اپنانے میں ایک حد تک احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

ویسے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں حقیقت یہ ہے کہ تضاد و تخالف کا کوئی رشتہ نہیں۔ مراتب وجود کے بارہ میں فکری و وجدانی تعبیرات کا فرق ہے۔ نہ تواں ترا وجاں رازیم امتیاز کردن

سورج کی کرنیں اپنے سرچشمہ کے اعتبار سے ایسے روشن وشفاف

خطوط کا درجہ رکھتی ہیں جو بے رنگ بھی ہیں اور انھیں سے اس وقت سات رنگ پیدا ہوتے ہیں جب وہ قطراتِ آب کے نازک آبگینوں سے گذرتی ہیں اور افق سے تا بہ افق الگ الگ رنگوں کا دائرہ کھینچتی چلی جاتی ہیں۔

اعتبارِ نظر اور تعبیرِ خیال کا فرق ہے ورنہ حقیقت یہ بھی ہے اور وہ بھی اور ایک سے دوسرے تک سفر پھول سے پھول تک سفر کی کہانی ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی کے شہودی افکار کے سامنے آنے کے بعد اور خود آپ کی عہد آفریں شخصیت کے زیرِ اثر وحدت الوجود کے بارہ میں تجریدی نقطۂ نظر کی نئی تعبیر اور معنویت سے اسلامی معاشرہ سے وابستہ اہلِ روحانیت متاثر ہونے لگے اور وجودی رجحانات کے مقابلہ میں یہ نئی جہتِ فکر زیادہ روشن ہوتی گئی اگرچہ بہت بعد تک اس کی روشن پرچھائیاں ہمارے صوفیا کے کلام اور اذکار میں پرتو فگن نظر آتی ہیں۔

ہندوستان میں "وحدۃ الشہود" کی فکری اور فنی تعبیرات شاید ساری دنیا سے زیادہ پرکشش اور رنگا رنگ رہیں جس کی وجہ سے یہاں مذہب و معاشرت میں "آرٹ" ایک کارفرما عنصر اور جزلاینفک کے طور پر داخل نظر آتا ہے۔ اس کا جغرافیائی ماحول، نسلی تنوع اور تہذیبی رنگارنگی میں بھی اس کی نمایاں مثالیں ملتی ہیں لیکن ہندی ذہن کی گہری قوتِ مشاہدہ اور فطرت سے مکمل ہم آہنگی کے جذبہ نے اسے وجودی تصورات کو اپنانے اور ان میں طرح طرح کی فلسفیانہ موشگافیاں پیدا کرنے پر آمادہ کیا۔ ان کا تصوّرِ نجات بھی انفرادی وجود اور کشمکشِ موت و حیات سے چھٹکارا پاکر قدرتِ مطلقہ سے مکمل ہم آہنگی کی خواہش و کاہش کا اظہار ہے اور ہمہ جہتی و یکجائی کے ہمہ گیر آدرش کو پیش کرتا ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ صوفی مفکرین نے اسے براہ راست ہندوی سرچشموں سے اخذ نہیں کیا بلکہ اس کا ماخذ، حضرت جنید بغدادی، سرّی سقطی،

خواجہ فریدالدین عطّار، شیخ اکبر، حضرت محی الدین ابن عربی، مولینا روم، حضرت شیخ علی بن عثمان بن علی الہجویری، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، مولینا عبدالرحمٰن جامی، حکیم ثنائی اور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی تحریرات عالیہ کو قرار دیا۔ اس میں اہلِ تصوّف اور ان اربابِ روحانیت کی بھی ایک بڑی تعداد ہے جو اُسے خود قرآن وسنّت سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ ان سے ایک گونہ اختلاف کی گنجایش ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیاے کرام نے اپنے نظامِ اخلاق اور معیارِ اخلاص کو احادیثِ نبوی کی روشنی ہی میں ترتیب دیا اور صوفیاے کبار کی عملی زندگی اور ان کی روحانی تعلیمات نے اُن کی راہوں میں فکروعمل کے چراغ روشن کیے۔ اکابر اہلِ چشت کی زندگیاں اس کی نمایاں مثالیں پیش کرتی ہیں۔

بایں ہمہ صوفیا کے نظامِ فکروعقائد کا ایک حصّہ یقیناً ایسا ہے جس کی تشریح وتعبیر میں ان کو یونان ومصر اور ایران وہند کے فلسفۂ فکر اور اندازِ نظر سے مدد ملی۔ اربابِ تصوّف کے یہاں جو علمی اصطلاحات ملتی ہیں ان پر ایک نظر ڈال لینا ہی اس حقیقت تک رسائی کے لیے کافی ہوگا۔ وسطی عہد کے ہندوستان میں وجودی افکار کے ساتھ گہری تہذیبی معنویت موجود تھی اس کا عکس جس اُس زمانہ کے صوفیوں اور بھگتی تحریک سے وابستہ روحانیین کی تعبیرات وجود میں نمایاں حیثیت سے موجود ہے۔

قدرت کا جو اُلوہی تصوّر اپنی عینیت ومثالیت کے ساتھ، صوفیانہ افکار اور ان کے والہانہ اظہار کا سرچشمہ بنا' نظر آتا ہے اور قطرے قطرے کو محیط اور ذرّے ذرّے کی روح میں جاری وساری ہے وہی جب اس کائنات ارضی وسماوی میں عکس وآئینہ کی نسبت اختیار کرلیتا ہے تو وحدۃ الشہود کی اعتباری شکل میں سامنے آتا ہے۔ انسانی قواے عمل کی نیرنگیوں اور مذہبی قوانین کی حدبندیوں کے پیشِ نظر امتیازات واعتبارات کی بھی

اور بقولِ غالب انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے :

جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

اور اس سوچ کا اثر ہماری فکر اور محرکاتِ عمل پر مرتب ہوتا ہے۔

ان مکتوبات میں زیادہ تو وجودی مسائل ہیں جو مختلف فکری زاویوں اور روحانی تجزیوں کے ساتھ زیرِ گفتگو آئے ہیں لیکن ان خطوط کی سیر سے صوفیانہ ذہن اور روحانی زندگی کے دوسرے گوناگوں تجربوں کا بھی احساس ہوتا ہے اور نئے نقاطِ فکر ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

ان میں ایک تلقینِ فضیلت" ذکر" سے متعلق ہے جس پر ان خطوط کی تحریر کے دوران حضرت کی توجہ بار بار مبذول ہوئی ہے۔

اس باب میں حضرت نے اپنے مطمحِ نظر کی وضاحت کے لیے ایک مثال سے بار بار کام لیا ہے جو تکرارِ خیال کی بہت واضح صورت ہے۔ بادی النظر میں یہ تحریر کی کوئی خوبی نہیں، خامی ہے۔ اس کی نفسیاتی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ خیال اور اس کے ساتھ یہ مثال حضرت کے ذہن پر خوبصورت ابرپاروں کی طرح چھائی رہی اور بار بار زبانِ قلم پر آتی رہی جبکہ ان خطوط پر نظرِ ثانی کی نوبت شاید کبھی نہیں آئی جس سے اس قباحت کو محسوس کیا جاتا۔

ان مکاتیب عالیہ میں ذکر وفکر کے جو زاویے سامنے آتے ہیں ان کی تشریح و تعبیر روحانی طریقِ رسائی کے تحت کی گئی ہے جس کی ایک مثال قرآنِ پاک کی آیت " والذکر ربک اذا نسیت " کی اس تفسیر میں بھی دیکھی جا سکتی ہے :

(ترجمہ) "اور تو اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے یعنی جب تو اس بات کو فراموش کر دے کہ یہ دنیا عالمِ امکان (کون) ہے اور تو اس عالم موجود کا حصہ ہے یعنی تو خود کو اور اس جہانِ گزراں کو اور اس سے تعلق رکھنے والی سب چیزوں کو بھول جائے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب تو اللہ پاک کو دوسری تمام اشیا سے ماورا قرار دے یہاں تک کہ وہ منزل آجائے کہ تو اپنے

نفس (ذات) کو اس کی ذات سے الگ نہ دیکھ سکے۔"

جب بھی حضرت کوئی نکتہ بیان کرتے ہیں تو بات کا سلسلہ اکثر "سرِ توحید" پر ختم کرتے ہیں۔

(ترجمہ) "حق سبحانہ و تعالیٰ موجود بخود یعنی قائم بالذات ہے اور اپنے آپ کو اپنی ذات کے معنی میں دیکھتا ہے اور اپنے اسمائے حسنہ کے مرقع میں مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ اپنے اسمائے حسنہ کے ساتھ اپنے صفات و افعال سے ملتبس ہوا اور اس سے وہ موجودات جو اس کے باطن میں چھپے ہوئے تھے، نمود پذیر ہوئے اور پھر اس سے قدیم و حادث اور غیب و شہود پیدا ہوئے۔"

ایک دوسرے مکتوب میں بھی یہی بات اس انداز سے کہی گئی ہے:

(ترجمہ) "اللہ پاک اپنی صفت علم کے ساتھ تمام معلومات کا احاطہ کرتا ہے اور اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ تمام مقدرات میں اثر و نفوذ رکھتا ہے اپنی قوتِ سماعت کے ساتھ تمام مسموعات کو سنتا ہے اور اپنی قوتِ بصارت سے تمام مُبصرات کو دیکھتا ہے اپنے ارادہ سے تمام مرادات کو پیدا کرتا ہے اور اپنے فعل سے تمام مخلوقاتِ عالم کو ظہور بخشتا ہے۔ تحقیق کہ اللہ پاک علیم ہے قدیر ہے سمیع ہے بصیر ہے مُرید ہے حیٔ ہے متکلم ہے اور خالق ہے۔"

یہ تمام مکتوبات جیسا کہ اس سے پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے کلمۂ "ہوالموجود" سے مزیّن ہیں جو ان کی بیاض پیشانی پر تحریر ہے۔ القاب و آداب کی نگارش میں اہلِ روحانیت کے طریق ذکر و فکر کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ رسوم تحیۃ و سلام اور بندگی و دعا کے بعد اکثر حضرت نے بندۂ فقیر یا فقیر لکھ کر اپنا نام تحریر فرمایا ہے۔ آخر میں ایک آدھ موقع پر "والسلام" اور زیادہ تر "والسلام علیٰ من اتبع الھدےٰ" آیا ہے۔ ایک مکتوب کے اختتام پر "ذالک فضل اللہ یوتیہِ من یشاء" لکھا گیا ہے۔

آخرِ خط کے خاتمہ پر تم تم تم کا نشان ہے جو غالباً نقلِ کتابت سے تعلق

رکھتا ہے۔

حضرت نے اپنی تحریر کو ایسے اشعار، رباعیات اور ابیات سے سجایا ہے جو اسرارِ معرفت کی ترجمانی و رمز کشائی میں زبانِ قلم کی معاونت کرتی ہیں۔ آیاتِ کلام اللہ کے ساتھ بعض احادیثِ رسول کو بھی موضوعِ گفتگو بنایا گیا ہے۔ گاہ گاہ بعض بزرگوں کے اقوال بھی آئے ہیں۔

حضرت شاہ العالمین کو عربی زبان سے جو تعلق اور قرآن و حدیث کے مطالعہ سے جو شغف ہے اس کا اظہار آپ کی تحریروں میں آیات و احادیث کے حوالوں سے بھی ہوتا ہے اور ان عربی فقرات اور عبارات سے بھی جو موجِ رواں کی طرح اُن کی فارسی نگارشات کی آب و تاب میں بڑے بے لاگ انداز سے شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ اندازِ نگارش اس دور کی دوسرے اہلِ علم کی تحریروں میں بھی ان کے اپنے منفرد اسلوب کے ساتھ موجود ہے۔

القاب و آداب اور اسی نوع کی کچھ پُرتکلف تحریروں میں قدیمانہ رنگ کی گلکاریاں ملتی ہیں انھیں اس عہد کے اندازِ نگارش کی پرچھائیاں سمجھنا چاہیے۔

یہ خطوط اساسی طور پر لودھیوں کے زمانے کی فارسی ادبیات کا حصہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ علمی اور ادبی اعتبار سے یہ دور تخلیقی جوہر سے محروم ہے اور اس زمانہ کی فارسی تصنیفات بہت کم دستیاب ہیں۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اہلِ تصوّف اور اربابِ روحانیت کے رسائل و کتب کی قلمی اور مطبوعہ نسخے اگر تلاش کیے جائیں اور دل چسپی سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو اس زمانہ کے علمی اور ادبی کاموں کی جھلکیاں اور ان کے قابلِ قدر نمونے بھی ان میں بہت سے مل جائیں گے اس لحاظ سے بھی ان مکتوباتِ قدسی کی بڑی اہمیت ہے اور یہ گویا ایک دورِ تاریخ کی کچھ گم شدہ کڑیوں کی بازیافت سے کم نہیں۔

یہ تحریریں صوفیانہ نگارشات کا حصّہ ہیں لیکن اس علمی طریقِ رسائی اور ایسے ادبی عناصر کی کار فرمائیوں سے خالی نہیں جو کسی دَور کی تحریروں کو دلچسپ بناتے ہیں۔

با ایں ہمہ ان میں عبارت آرائی کے وہ پُر تکلّف خاکے خال خال ہیں جن سے مغلوں کے ابتدائی دَور بالخصوص عہدِ اکبری کی ادبی تصانیف گراں بار ہیں اور جنوب میں سہ نثرِ ظہوری اور شمال میں دفترِ ابوالفضل جس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

ت ا ع

۱۷ر اگست ۱۹۸۳ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمدِ بے غایت وثنائے بے نہایت حضرت بادشاہے را کہ از سُرادقِ بطون بصحرائے ظہور تاختہ واز دریائے کُنتُ کنزاً مخفیاً تلاطمِ امواج پرداختہ، وخود را بہر صورتے وبہر شکلے ہویدا ساختہ وعشق باصورت محمدیؐ کہ جامع جمیع نسبت واعتبار است ساختہ وحسنِ لایزالی خویش را جویاں وبویاں یافتہ ودرود نامحدود بر سرورِ "لولاک لما خلقت الافلاک" احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ متواصل باد۔

(امّابعد) میگوید ضعیف تریں بندگانِ خلّاقِ (عبدالرزاق) (کذا) کہ آنچہ مکاتیبِ کرام ومراسلاتِ عظّام حضرتِ ابی بجانبِ مریدانِ صادق ویارانِ موافق؛ رسال فرمودہ بودند ایں گہرہائے متفرق را درسلکِ انتظام کشیدم وسخنانِ غریب ورموزاتِ عجیب را جمع کردم تا طالبانِ صادق ودوستانِ واثق فائدہ گیرند وبہرہ مند گردند بعونہٖ وفضلہٖ۔

مکتوب اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بحضرتِ خداوند ذوالفضل والعین شیخ المشائخ شیخ حسین دام حسنہٗ وعرفانہٗ الفقیر عبد الرزاق احمد عرض رسانید آنکہ اعلم یا اخی متعک اللہ بالمعرفۃ والمحبۃ انّ المعرفۃ علیٰ نوعین "استدلالی" و "وجدانی" اما الاستدلالی فانّ من طالع حسن اللہ واتقانہٗ فی خلق السمٰوات والارض ومابینھما لاح لہٗ فی کل منع آیۃ یستدل بھا علیٰ صانع حکیم یرید الیٰ غیر ذالک یکون ذالک الصنع اثراً منہٗ فیعرف اللہ بدلالتھا وہٰذہ المعرفۃ وان کانت ضروریۃ لایسع لمومن جہتھا ولاینعقد عقد الایمان الا بھا لکنھا معرفۃٌ عامۃٌ لیست من المعرفۃ الحقیقیۃ شیٔ ؎

چو آیا تست روشن گشتہ از ذات نگردد ذاتِ او روشن ز آیات

والمستدلون یعرفونہ وراء العالم وھم المؤمنون بالغیب ؎

زہے ناداں کہ او خورشید تاباں بہ نورِ شمع جوید در بیاباں

واما المعرفۃ الحقیقۃ الوجدانیۃ فھی ان تخلع ذات العارف عن ملابس الوجود بملازمۃ الریاضات والمجاہدات وادامۃ الذکر بمواخاۃ القلب والاعتصام بعروۃ (ھوالشیخ) فسلک بہ مسلک الفنا الیٰ مقر البقاء فخلع اللہ علیہ لباس القدس والسمایۃ فانہ الذی یعرف الحق بالحق کما قال رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرفت ربی بربی (حدیث شریف)

رویتِ حق بحق شہود بود　　　خاصۂ حضرتِ وجود، بود

حاصل ایں معرفت آنست کہ جمیع موجودات ممکنہ بنورِ حق یعنی تجلی او پیدا و روشن گشتہ اند بواسطہ تجلی او بصورتِ اشیاء گردیدہ وحقیقت غیرِ حق بہیچ وجہ موجود نیست و جمیع اشیاء با و نمودہ شدہ اند (کذا) آنکہ حق سبحانہ و تعالیٰ ورائے عالم است و عالم ورائے حق است تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا اعوذ باللہ من الذلل والخلل ومن تفسیر القرآن برائیہٖ بل یکون ہٰذا من فضلہٖ و عطائہٖ، قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ (بقرہ ع ۱۹) یعنی آنکسانے کہ ایمان آوردہ اند ایشاں یعنی المنون الذین یومنون بالغیب وہم المستدلون خاطبہم اللہ بخطابہٖ وامرہم (بقولہ) آمنوا باللہ ای الشہادۃ کما اشار اللہ الیٰ ہٰذا الایمان (بقولہ) الا انہم فی مریۃ من لقاء ربہم الا انہ بکل شیءٍ محیط (حم سجدہ ع ۶) محققے باید کہ مشاہدہ حق فرماید کہ ہر تعینی بے تعین باں متعین زیرا کہ اللہ تعالیٰ مشہود است و رہر مقیدے باسمی وصفتے امافی الواقع نہ مقید است بدینہا بلکہ مطلق است ؎

ہمہ عالم جمالِ حضرتِ اوست　　　او جمیل و جمال دارد دوست

فاعلم یا اخی اطال اللہ بقاءک بالمعرفۃ والمحبۃ ان الحق سبحانہ و تعالیٰ واجب الوجودہٗ وجب عدمُ ما سواہٗ فان الذی تظن انہٗ سواہ لانہ تتنزہ ان یکون غیرہ سواہ بل غیرہ وہو بلا غیرہ الیٰ ہٰذا اشارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ لاتسبوا الدہر فان اللہ قال انا الدہر اشار الیٰ ان وجود الدہر وجود اللہ تبارک وتعالیٰ لانہٗ تعالیٰ وراء الدہر و وراء العالم تعالیٰ اللہ عن ذالک۔

شاید کہ خاطر شریف واضح نہ نماید روشن ترازیں عرض دارم یا ایہا الذین اٰمنوا باللہ (بقرہ ع ۱۹) یعنی آنکسانی کہ ایمان آوردہ

اند ایشان بذاتِ خود یعنی ہستی را بخود نسبت کردہ اند و دانستہ اند کہ ما موجودیم و ورائے حقیقت مطلقہ دخطاب مستطاب از ملکِ وہاب بدیشاں میرسد کہ یا ایہا الذین آمنوا (ای من المومنون المتیقنون بانفسہم) آمنوا باللہ یعنی آمنوا باللہ بان وجودک وجود اللہ بلاضرورت و وجودک وجود اللہ وہذا معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من عرف نفسہ فقد عرف ربہ زیراکہ اوّل اوست و آخر اوست ظاہر اوست و باطن اوست فلا اوّل ولا آخر ولاظاہر ولا باطن الاہو فاذا ثبت انہ الاول والآخر ولاظاہر ولا باطن الاہو فاذا ثبت انہ الاول والآخر والظاہر والباطن ثبت انک لست بل انت فاذا عرفت نفسک ہکذا فقد عرفت اللہ والّا فلا لانہ تعالیٰ حقیقتہ وراءک ووراء الموجودات کلہا تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا۔ شاید کہ واضح نہ کردہ روشن تر ازیں عرض دارم قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ یعنی المومنون الذین آمنوا بالاشیاء وتیقنوا بان الاشیاء موجودات علاحدۃ مستقلۃً وراء الحقیقتہ المطلقہ خطاب کریم از رحمتِ رحیم بایشاں رسید آمنوا باللہ لا بالاشیاء لِانَّ الاعیان المعلومات معدومات العین ابداً موجودات بوجودہٖ سرمداً وہذا معنی قولہ علیہ السّلام اللّٰہم ارنا الاشیاءَ کما ہِیَ ؎

در نظر غیرِ عین آب نماند محو شد قطرۂ حباب نماند

واعیان ازاں کہ ممکنہ اند معدوم اند واعیان ممکنات را آثار ست در وجود یکہ ظاہر ست در اعیان، ووجود عین حق است واضافتِ وجود باعیان نسبتی ست اعتباریہ، وافعال وتاثیرات تابعہ وجود ند واعیان معدوم ومعدوم نہ موثر تواند بود نہ فاعل بلکہ موجود حق است تعالیٰ و وتقرر عابد باعتبار تعین وتقید بہ صورت عبد وایں شانے است از شانِ ذاتیہ او معبود است باعتبار اطلاق وعین عبد باقیست نہ او تعالیٰ شانہ

معبود است ورا، حقیقت عبد زیراچہ حقیقت عبد ذات اوست تعالیٰ شانہ وآن ذات از حیثیت تعدد وتکثر کہ بواسطۂ تلبیس طبعیات می نماید پس عالم پیش از ظہور عین حق بود وحق بعد از ظہور عین عالم ے

بر شکلِ بتاں رہزن عشاق حق است　　لابلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقیید جہاں　　واللہ کہ ہماں زِ وجہ اطلاق حق است

فاذاً لاموجود الا اللہ ولامعبود غیر اللہ وقد ذکر ان حجابہٗ وحدانیتہ و فردانیتہ لاغیر ولہٰذا جاز للواصل ان یقول انا الحق وان یقول سبحانی ما اعظم شانی ومن وصل واصلت صفاتہٗ صفات اللہ وذاتہٗ ذات اللہ لانہ لاذات الاذاتہٗ ولاوجود الاوجودہ کما ثبت من قبل بقولہٖ صلی اللہ علیہ وسلم لاتسبوا الدھر فان اللہ ھو الدھر۔ شاید کہ واضح نکردہ روشن تر عرض دارم روے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال حاکیاً من اللہ تعالےٰ یاعبدی مرضتُ فلم تعدنی وسالتک فلم تعطنی اشار الیٰ ان وجود السائل وجودہ ووجود المریض وجودہ واذا ثبت ان وجود السائل وجودہ ثبت ان یکون وجود ک وجودہ ووجود جمیع الاشیاء من المکنونات من الجواہر والاعراض وجودہ ومتی ظہر سر ذرۃ من الذرات ظہر سر جمیع الموجودات الظاہرہ والباطنہ۔ دانم کہ واضح نکردہ و روشن تر عرض دارم ولاوجدانی را در کتابت آرم قال اللہ تعالیٰ فی محکم کتابہ الحمد للہ (فاتحہ) قال المفسرون الالف واللام فیہ للاستغراق معناہ جمیع محامد للہ یعنی ہرچہ در صحائف کائنات از جنسِ اثنیہ ومحامد ہست آں اثنیہ ومحامد ذاتِ واحد است تعالیٰ شانہ پس اشارۃ قولہ تعالےٰ الحمد معلوم می شود کہ ہیچ ذات ورا، ذات باری تعالیٰ موجود نیست وامکان ندارد کہ بے ذات حق سبحانہ وتعالیٰ ذاتے دیگر موجود باشد

الغرض اگر ذاتے دیگر ورار ذاتِ حق موجود باشد او از صفت خالی نباشد زیراچہ ہر ذاتی کہ ورار ذاتِ مطلق موجود باشد از قبل و از بعد، از حرکت و از سکون خالی نباشد پس ذات اینہا صفات او باشد و قد ثبت ان الصفات کلہا للہ تعالیٰ ثبت ان لا ذات الا للہ فقلت الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ والسلام علیٰ من اتبع الہدےٰ۔

واضح تر عرض دارم قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ یعنی آنکسانے کہ ایمان آوردند بخدائے تعالیٰ بانہ خالق موجود ورارک موصوف بصفات الکمال منزّہ عن النقص والزوالِ خطابِ کریم از ملکِ رحیم بدیشاں رسید آمنوا باللہ بان ذالک الخالق، الموجود لیس ورارک موصوف بصفات الکمال منزّہ عن النقص والزوال بل ذالک الموجود الموصوف بصفات الکمال من غیر انت چوں ایمان بخدائے تعالیٰ بیاری مومن باشی واللہ المؤمن دیوانۂ یگانہ خویش میفرماید ؎

بیروں زحدود کائنات است دلم
برتر ز احاطۂ جہات است دلم
فارغ زتقابل صفات است دلم
مرآتِ تجلّیات ذات است دلم

مکتوب دوم

رُباعی ـــ

اے صوفیِ خرقہ پوش مستانہ بیا
مے نوش ازیں ساغر و پیمانہ بیا
از دعویٰ زہد حاصلت پندار است
بشکن تو ہمہ ایں بت و بتخانہ بیا

بحضرت سیادت آیاب معارف اکتساب قرۃ عین الرسولؐ قطعۂ کبد البتول المخصوص بعنایۃ السبحان اعنی مسندِ عالی سیّد السادات سیّد علی ادام اللہ سیادۃ و سعادۃ و شوقہٖ و ذوقہٖ مع مولاہٗ بعد التحیۃ اضعف العباد عبد الرزاق احمد عرض کشاید و نمود ماھو المقصود اکنوں بداں اے خداوند ارجمند باری تعالیٰ و تفرد آدم و آدمیاں را بر عالم و عالمیاں فضیلت نہاد و منشور ولایت و خلافت بدست ایشاں داد و دریں عالم ازبہرِ تجارت فرستاد کما قال اللہ تعالیٰ اِنّ اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (توبہ ع ۱۴) ملکِ کریم صانع حکیم بندہ نواز و کارساز جل جلالہ و عم نوالہ بندگانِ مومن را بانعامِ خود مشرف میگرداند و میفرماید بدرستی و راستی بخرید خدائے تعالیٰ از مومناں تنہائے ایشاں و مالہائے ایشاں را ''بان لھم الجنۃ'' بداں کہ مر ایشاں راہست بہشت جا و داں کہ مسکنِ صادقاں و وطن عاشقاں است و خریدن نفس ایشاں عبارت است فنائے وجود موہوم ایشاں ببقائے وجود معلوم سبحان، لا یحصل الابدوام ذکر اللہ مع حضور القلب و افضل الذکر

لا الٰہ الا اللہ" استاد ابوالقاسم قشیری طیب اللہ ثراہ میگوید
بوئے سعادت بمشام ہیچ سالک بے دوام ذکر نرسیدہ است
و نسیم وصال بر دل ہیچ سالک بے دوام ذکر نوزیدہ شیخ علی
دقاق گوید الذکر منشور الولایۃ ہر کہ را توفیق دوام ذکر دادند در
بالش دولت نشاندند، وازہر کہ ذکر ربودند از درگاہِ قبولش دور
کردند ہر طاعتے و عبادتے کہ فرمودہ بوقت فرمود جز ذکر "اذکرا اللّٰہ
ذکراً کثیراً" یک سخن از فضیلت ذکر استماع کن تا مقام و مرتبۂ ذاکر ا
دانی در خطبۃ الوداع آوردہ است فضیلتِ صدقہ اگر یک درم صدقہ
بر چہار ہزار دست بگذرد تا آخر بدرویش رسد ہر چہل ہزار را خدائے
تعالےٰ آزاد کند، چوں ایں سخن معلوم کردی اکنوں بداں کہ اگر جملہ
دنیا زر و نقرہ گردد و جملہ ریگہا دُرِ مروارید شود و جملہ سنگہا لعل کانی
و یاقوت رُمانی گردد و ایں جملہ ملک مِلک تو باشد و جملہ را در راہِ رضائے
خدائے تعالیٰ بمستحق رسانی برابر اں نباشد کہ یکبار خدائے را یاد کنی
و بگوئی یا اللہ یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ حیاتِ عارفاں بنامِ اوست
و شادی ایشاں بکام او۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
انا ذاکر من ذکرنی و حبیب من ذکرنی و حافظ من ذکرنی و غافر
من ذکرنی و مجیب من ذکرنی و رحیم من ذکرنی ۔ "وَاذْکُرْ
رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ" (کہف ع ۴) اذا نسیت الکون وانت من الکون
چوں ہمہ را و خود را فراموش کنی مرا یاد کنی وذالک بان یفرد الحق سبحانہٗ
تعالیٰ من کل شیٍٔ سواہ حتیٰ لا یشھد نفسہ فضلاً عن غیرہ ۔ بیت

چوں حقیقت بنگریدم زو خیالے ہم نبود
عاشق و معشوق من بودم ہمیں ایں داستاں

اے ارجمند دلبند چشمِ عرفاں کشادہ دارو و ظاہر و باطن روئے

بحق آر جز ذات وصفات وافعال خدائے را درنظر میار اللہ نور السمٰوٰت والارض (نور ع ۵) رانگزار و زنّارِ خودی بگسل ہر بار تا عیاں بینی بہ ہستی بقاءِ جبّار و غفّار ؎

گر کشائی چشم عرفاں اندکے — فرع و اصل اینجا یکے بینی یکے

سنریھم آیتنا فی الآفاق وفی انفسھم (حٰم سجدہ ع ۶) یعنی بعضے اثر دیدند و بعضے مؤثر و بعضے بعیاں و بعضے بعیں ؎

یکے خورشید بیند دیگرے نور — قیاس ہر یکے باشد زہم نور

ہر چہ دانی مبیں و ہر چہ بینی مداں ایں راہ نتواں رفت بدیں و بداں میانِ جان و جاناں ہیچ فاصلہ نیست مقصود حاصل است حق تعالیٰ حوصلہ دہد۔

طبیبے بند طبعم را چو بکشود — مرا از صحبتم پرہیز فرمود
توائے مسکیں کز ایشاں خوار گشتی — بدستِ خویشتن بیمار گشتی

ایاک وحدیث النفس لانہ اسوء المعاصی حدیثِ نفس از خود باید گسست و بخدائے ربّ العزت باید پیوست حتّیٰ ظہر سر التوحید وان لا ینبغی یذکر شیئاً الا اللہ ولا یعلم شیئاً سواہ ولا یحبب شیئاً الا ایاہ فیحبب انہ لذاتہ وھٰذا ھو الوصل الی اللہ بل ھو صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تم الفقر فھو اللہ ؎

قربِ حق دوری تست از بود خویش — بے زبانِ خود نیابی سود خویش

چوں آدم مجلائی ذات و آئینۂ جمیع اسماء وصفاتِ الٰہی آمد پس پیر دستگیر ایں فقیر بلکہ پیران پیر ایں حقیر المخصوص بمظہر المعبود اعنی بہ شیخ محمد مودود فرمودہ ؎

واصلے غیر آدمی کس نیست — عارفِ سرِّ علّم الاسماء

واللہ اعلم بالصواب

مکتوب سوم

هو الموجود

وقت را نامِ تو میموں می کند　　　عمر را یادِ تو افزوں می کند

بحضرتِ اخوی المخصوص بمعرفتہ ربّ الجلیل شیخ المشائخ شیخ اسماعیل ادام اللہ عزلتہ من غیرہ ومن نفسہ ابداللہ شوقہ الی ربہ الفقیر اضعف العباد خاکِ نعالِ اہل اللہ ابوعبداللہ عبدالرزاق عرض می دارد و بازمی نماید کہ بیان ذکر دوست می شود دل حاضر دار و ہمہ تن گوش باش کہ ان فی ذالک لذکریٰ لِمن کان لہ قلبٌ (ق ع ۳) اکنوں بداں اے خداوند ارجمند کہ کلمۃ اللہ جامع جمیع صفات است و در زبانِ فارس ترجمۂ اسم اللہ خدائے میگویند و بایں ترجمہ راحت میجویندے

نامِ خاص خدائے اللہ است　　　عارف از شوق نامش آگاہ است

چوں بندۂ مؤمن گوید اللہ واللہ ویا اللہ چنانستنی کہ حق تعالیٰ را بجمیع اسماء وصفات یاد کردہ باشد لاجرم اللہ بادشاہ سراپردۂ قدم است چوں ہمہ اوست پس غیرِ او عدم است یعنی غیرِ وے وجود ندارد وچوں فی الحقیقۃ غیر وجود ندارد و معنی خدائے یعنی خود مستقیم آیۂ چنیں دانم کہ فہم نکردہ روشن تر قولے معتبر عرض دارم سُئل استاد البر والبحر امام المشائخ والاولیائو العلماء المقدس والاتقیا عبداللہ الہدا دالطلبہنی تغمدہ اللہ بالمحبتہ والرضوان عن معنی اللہ تعالیٰ فقال اللہ خدائے ثم سُئل عن معنی خدائے فقال لفظ خدا مرکبست خود وآئی معنی خود ظاہر است و معنی ائے بادشاہ پس معنی

خدائے خود بادشاہ است دانم کہ بفہم تو نخواہد رسید واضح تر عرض دارم کلمہ خدائے مرکب است من خود وائے معنی خود ظاہر است و معنی ائے آئندہ وائے مقصود از آئندہ پس معنی خدائے خود آمدہ دانم کہ این نیز بفہمت نخواہد رسید باین معنی از تنزیل فرقانی و از کلام سبحانی عرض کنم شاید موجب یقین خاطر تو گردد کہ معنی خدائے خود آمدہ است قال اللہ تعالیٰ وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل ع ۹) یعنی آمد حق و ناپید شد باطل و بدرستی و راستی کہ باطل ناپیدا است پس قرآن ناطق است کہ آمد حق و معنی قل جاء الحق یعنی بگوئے محمدؐ تو کہ رسول برگزیدۂ منی آمد حق و معنی خدائے خود آمدہ است پس معنی خدائے و جاء الحق یکے شد وہر کہ انکار از این معنی انکارش بسوئے نص قرآنی میکشد و انکار نص قرآنی موجب کفر است العیاذ باللہ پس ثابت شد کہ معنی خدائے خود است۔

دانم کہ ہنوز بفہمت نخواہد رسید واضح تر عرض دارم اتفاق اہل وجدان است کہ یک عین است کہ عین عالم است و این یک عین کہ عین عالم است موصوف بصفت وحدت و تمام صور تہائے عالم صورتہائے این عین واحد اند پس معنی خدائے خود است کہ خود را باین صورتہا نمودہ است و حال آنکہ او تعالیٰ شانہٗ بے صورت است تا چند گویم و چند نویسم کہ معنی خدائے خود است اگر دل سود اکردہ بیرون از این معنی می رمد معذور است ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب (ق ع ۳) باز خاطر فقیر میخلد کہ ہنوز برد الیقین حاصل نشدہ واضح تر عرض دارم بدان اے ارجمند دلبند حق تعالیٰ خود است کہ خود را کہ چنانکہ خود است بہ بیند و اسماء حسنیٰ خود را چنانچہ اسماء حسنیٰ وے است مشاہدہ کند ملتبس شد بصفات و افعال تجلی کرد موجود ذاتے

که در باطن او مکنون بود ندبروں کشید و باین سبب قدیم و حادث غیب
و شهود پیدا آمدند و خدائے تعالیٰ خود را چنانکه خود است بدید و اسمائے
حسنیٰ خود را چنانکه اسمائے حسنیٰ وے بودند مشاہده کرد چوں دانستی خدائے
تعالیٰ خود است که باسمائے حسنیٰ و صفات کبیری خود ظهور فرموده است
پس معنی خدائے خود است که ہستی خود قائم و ہستی دیگر اشیاء با و قائم
است ۔ دانم که ہنوز روشن نه شده است روشن تر عرض دارم بدان اے
عزیز با تمیز یک نور است که در عالم منبسط و منتشر است و نا محدود و نا متناہی
است و مالامال خود است یعنی غیرے گرد سراپرده کبریائی وے نمیگردد و آں
نور خدائے تعالیٰ است ۔ قال الله تعالیٰ الله نور السمٰوات والارض
(نور ع ۵) و ہر فردے از افراد عالم دریچه است نور خدائے ازیں دریچها
تافته است چوں خدائے تعالیٰ بصفت دریچه ظهور نموده و خود او
تعالیٰ و تقدس دراں دریچها تافتن فرموده ۔ پس معنی خدائے یعنی خود نیکو
روئے نمود دانم که ہنوز بخاطرت نخواہد رسید روشن تر عرض دارم از
قرآن کریم و فرقان عظیم بشنو که می گوید فاعلم انه لا اله الا الله
ای لا موجود فی الحقیقة الا الله چوں عالم و اشیاء عالم فی الحقیقة
وجود ندارد و حق تعالیٰ است که خود موجود است بصور عالم پس معنی
خدائے خود است آنجا که کس ست حرفے بس است چوں قلم اینجا رسید
خاطر جانب فقط روئے نمود دولت عزلت دوام باد بحرمت النبی
و آله الامجاد و السلام علیٰ من اتبع الهدیٰ ۔

مکتوب چہارم

هو الموجود

بحضرت افتخار آلِ قریش برگزیدۂ درگاہِ رب جلیل شیخ المشائخ شیخ محمد اسمٰعیل بلغه الله الی اقصیٰ درجات المعرفت و اوصله الله تعالیٰ الی کمال اُنسه و محبته بعد رفع تحیته و نیازمندی احقر الانام عبد الرزاق احمد عرض داشت و نمود ما هو المقصود اهم مطلوب و اعظمِ مقصود از خلقتِ عالم و عالمیان آدم و آدمیان است و آدمیان را دریں جهان برائے تجارت فرستاده اند و از آنجا آمده اند و باز ایں جا خواهند رفت و سرمایه ایں تجارت عمر است پس عادت تجار آں است که سرمایه خویش بروجه اهتمام و بر سبیل التزام نگاه دارند تا فائده و سود از سرمایه حاصل کنند همچناں سرمایه آدمیاں که عمر است اگر فائده و سود هر نفسے عمر نستانند آں سرمایه بزیاں رسد و هلاک گردد و برائے ایں معنی فرماید والعصر ان الانسان لفی خسر (عصر) حق سبحانه و تعالیٰ سوگند خورد و یاد میکند بوقت نماز عصر بدرستی که جمیع آدمیاں هر آئینه در زیاں کارے اند کدام زیاں کاری و کدام نقصان رسی ازیں بدتر است که هر نفسے از عمر گوهر یست که بوئے سعادتِ ابد صید تواں کرد هر لمحه و هر لحظه میرود و ضائع میگردد ؎

هر یک نفس که میرود از عمر گوهر یست
کاں را خراج ملکِ دو عالم بود بها

مثالِ وے چوں مردیست که سرمایۂ او یخ باشد در تابستاں همی فروخت و منادی میکرد ارحموا علیٰ من راس ماله یذوب (مقوله) اے خداوند ارحمیند حیات آدمی مربوط بنفس است پس چو نفس ضائع شود بالتحقیق ز

ذات چیزے رود اِغتنم خمساً قبل خمسٍ صحتک قبل سقمک فراغک قبل شغلک غناک قبل فقرک شبابک قبل مرمک حیاتک قبل موتک واستعد للآخرۃ اکنوں بداں اے خداوند ارجمند استعداد الآخرۃ آنست کہ انفاس نفیسہ عمر ضائع شدن ندہد ہیچ نفسے بے ملاحظہ ذکر نگزارد حضرت شیخ الواصلین سعدی علیہ الرحمۃ فرمودہ اند۔۔۔۔ ہر نفسے کہ درون میرود ممدِ حیاتست وچوں بروں آید مفرح ذات ، درہر نفس دو نعمت موجوداست وحفظ ایں دو حالت واجب ولازم دانند یعنی در وقت بر آمدن بلا الٰہ وبوقت درآمدن بالا اللہ ہمدم سازند وہیچ دمے بے ملاحظہ ذکر نگذارند تامیانِ مردان شیر مرد باشند قال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام افضل الاعمال وافضل الذکر لا الٰہ الا اللہ (حدیث شریف) قال السّتری لیس لِقول لا الٰہ الا اللہ ثواب الا النظر الی وجہہ الکریم یعنی برائے گفتن لا الٰہ الا اللہ راہیچ ثوابے نیست مگر نظر کردن الی وجہہ الکریم تا بجاروب لا نروبی راہ نرسی درسرائے الا اللہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سمعت سیّد الملائکۃ جبرئیل یقول ما انزلت کلمۃ اجلُّ من لا الٰہ الا اللہ علٰے وجہ الارض بہا قامت السمٰوات والارض والجبال والشجر الا وھی کلمۃ الاخلاص الا وھی کلمۃ الاسلام الا وھی کلمۃ النور الا وھی کلمۃ الرحمۃ الا وھی کلمۃ الفقر الا وھی کلمۃ النجات الا وھی کلمۃ العُلیا لو وضعت فی کفۃٍ وسبع سمٰوات وسبع ارضین فی کفۃٍ لرجحت لِکونہ المقصود وباید کہ استادہ ونشستہ وپہلو تکیہ زدہ بہا طریق کہ عرض شدہ است مشغول باشند تابجان آمیزد وہمہ تن وزباں گردد چنانچہ میگوید؎

چناں در اسم او کن جسم پنہاں — کہ میگردد الف در بسم پنہاں

رزقنا وایاکم بالخیر ہٰذا المقام والسّلام این چند اسطار درخلوت
با تامل وتدبر دائماً مطالعہ فرمایند وکاتب را درمیان نہ بستند فانظر
الی مایقول ولا تنظر الی من یقول (حدیث شریف) نظر بر کلام کنند کہ چہ
میگوید نہ نظر بر متکلم کہ میگوید واللہ یدعوا الیٰ دار السّلام (یونس ع)
این دعوت از حق بینند واز حق دانند واز حق شنوند وبنا اہل
ننمایند والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

مکتوب پنجم

هوالموجود

بحضرت اخوی نواختہ درگاہِ قوی میاں شیخ علی بلغہ اللہ تعالیٰ الی الاعلی المراتب الوجود واقصی درجات الشہود بعرض رسانیدہ آمد ماہو المقصود، قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاکیاً عن اللہ تعالیٰ کنتُ کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لِاُعرف (حدیث قدسی) یعنی حق سبحانہ تعالیٰ میفرماید بودم من گنجی پنہاں پس دوست داشتم من کہ شناختہ شوم پس پیدا کردم من خلق را تا شناختہ شوم مقصد اعلیٰ و مطلوب معلّٰی از خلقِ عالم کہ عبارتست از عقل و نفس و عرش و کرسی و سبع سمٰوات و عناصر اربع و موالید ثلث معرفتِ حق است سبحانہ و تعالیٰ و محبت وے کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ و تمجد وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات ۳ ع) اے لیعرفون یعنی نیافریدم آدمیاں را و پریاں را مگر از جہتہ معرفت پس بحکم ایں دلائل اہم مطلوب و اعلیٰ مرغوب شناختنِ حق است تعالیٰ و تفرد و معرفتِ او تعالیٰ شانہ متوقف است بر معرفتِ نفس خود کما قال علیہ الصلوٰۃ والسّلام من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اے من عرف نفسہ بالفناء عرف ربہ بالبقاء تا نفس خود را معدوم و فانی نکند جمالِ توحید روئے ننماید اکنوں بداں وصلک اللہ الیٰ اقصیٰ درجات التوحید نفس چیست "گفتن من و تو" و دانستن ما و اُو ست

ازیں کافر کہ ما را در نہاد است | مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

اے ارجمند دلبند بدانکہ دیدن من و تو و دانستن ما و اُو امر اعتباریست

و در حدِ ذات خود وجود ندارد نمود بے بود است و عالم بذات کہ عدم اصلی خود است و بُوئے وجود بمشام عالم نرسیدہ است ؎

چیزے کہ وجودِ او بخود نیست　　ہستیش نہادن از خرد نیست
ہستی کہ بحق قیام دارد　　او نیست ولیک نام دارد

پس چوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ بندہ را توفیق رفیق گرداند از لوح ضمیر خط نابود برخواند و نفس خود را معدوم داند پس یقین شود مر او را کہ ہستی ہمہ عین واجب است و از غایت غیرت خود، ہستی عالم شدہ است

؎ غیرتش غیر در جہاں نہ گذاشت　　لاجرم عین جملہ اشیا شد
لیس فی الدار غیرہ دیار　　دیدۂ مابعین بینا شد

اینست من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی ہر کہ نفس خود را معدوم و فانی نگرد حق جل و علا را موجود و باقی بداند باید کہ ایستادہ و نشستہ و خفتیدہ و پہلو تکیہ زدہ در محو خود و اثبات حق کوشند و از فانی تبرّی و با باقی الفت گیرند ؎

پیشۂ مرد چیست نفی وجود　　مرد ایں پیشہ باش تا باشی
با دو اندیشہ جمع نتواں بود　　بایک اندیشہ باش تا باشی

نہایتِ کار آنست کہ جز خدائے تعالیٰ ہیچ چیز را موجود نشناشی ؎

کیست آدم عکس نورِ لم یزل
چیست عالم موج بحرِ لایزال
عکس را کے باشد از نور انقطاع
موج را چوں باشد از بحر انفصال
عین نور بحرداں ایں عکس موج
چو دوئی اینجا محال آمد محال

چوں حقیقت صافی گرد دمائی و عاریتی مضمحل گردد و بعدم اصلی

خود رو دے

اگر توہم حقیقت است حق گو
وگر حق است حق یک بودنے دو

اگر خواہی کہ بحقیقت پے بری در رباعی شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہٗ تامل فرمائیے

من یک جانم کہ صد ہزار است تنم
چہ جان وچہ تن جملگی خویشتنم

خود را دگرے ساختہ ام ایں عجب است
کار ارشاد کنم آں دگرے را کہ منم

فَھِمَ مَنْ فَھِمَ من لم یذق لم یعرف والسّلام علٰی من اتبع الھدٰے

مکتوب ششم

هوالموجود

بحضرت مفتخر قریشیاں و مکرم دور زماں نواختۂ ربِ جلیل شیخ المشائخ شیخ اسمٰعیل لازال مستغرقاً بذکر المولیٰ و مترقیاً من الادنیٰ الی الاعلیٰ بعد رفع تحیتہ و نیازمندی احقر الانام عبدالرزاق احمد عرض داشت و نمودہ ماھوالمقصود، دنیا بحرے عمیق است و ورطۂ مہلک است ہر کہ در او افتاد خلاص از وے برکنار ہر چند کہ از وے گریزد در ورطہ ہم درآید دہر کرا وقت صبح نوازد وقت شام ہم او را گداز د حسن او خرابی است و رونق او طلسمات و بازی است ہر کہ از دے برید بمعرفتِ حق رسید و ہر آنکہ با او ہمدمی گذاشت دم خود بعالمِ قدس گماشت اکنوں بداں اے خداوند ارجمند بریدن از دنیا نہ آں است کہ اسباب او بر اندازند یعنی خیول و خدم و جاہ و حشم دور سازند یا کم خوابی و کم خواری ریاضت جویند و کم گوئے و کم صحبت عزلت گیرند بلکہ ترکِ او آں است و ریاضت رنداں بر آں است کہ ہیچ دمے بے نفی غیر بر نیارند و ہر دمے با ثبات حق فرو نہ گذارند یعنی چوں دم بر آید بلا الٰہ و چوں در آید با الا اللہ ہمدم سازند تا استغراق آید حضرت شیخ حسین قدس سرہٗ فرمودہ اند ریاضت آں است کہ ہر وقت کہ دلِ خود بجوئے ملازم حق بیابی اشارت بر بروں آمدن از غفلت است ؎

ایں ریاضت نیست کیں رنجے بری
کم بگوئی کم بخسپی کم خوری

هرچه آں دولت دهد قربت دهد ‏ ‏ ‏ ‏ ور خیالِ غیرِ حق فرقت دهد
این ریاضت باشد اے عالیمقام ‏ ‏ ‏ ‏ گوش کن تفسیرِ آں را زیں کلام

اے دلدارِ مختار سخن رِندانه میرود - رِند آں کس است که در دنیا باشد وازوے فارغ - اگرچه ظاهر با خلق بود و باطن با حق باشد اجعل ظاهرک مع الخلق و باطنک مع الحق در ابتدا استغراق دشوار است چوں استغراق میسّر نیاید بعضے اوقات همدمی را شاید اگر وقتِ صبح میسّر گردد فتح و فتوح همدم گردد چوں سالک در بعضے اوقات عزلت گیرد و دراں عزلت دمِ هم با ذکرِ مولیٰ اُلفت پذیرد حیات آنست که دم با ذکرِ مولیٰ بر آید و موت آنکه دم بغفلت ضائع رود - غرض آں است که اگر هیچ وقت میسّر نیاید و علائق دامن نگذارد ایں دو وقت را التزام فرمایند اوّل وقت چوں از بهرِ خواب بر روئے کشند دراں وقت دم را با ذکرِ مولیٰ بهما طریق که عرض کرده شده است همدم سازند تا خواب آید وقتِ دوم آنکه چوں از خواب برخیزند بمجرد بیدار شدن دم را با ذکرِ حق همدم گردانند بے آنکه چیزے دیگر یاد کنند اگر بمجرد بیدار شدن چیزے دیگر یاد بیاید آنرا نفی ساختن بیادِ حق مشغول کردند تا ثمرهٔ کما تعیشون تموتون وکما تموتون تعیشو روئے نماید النوم اخ الموت اگر قبل نوم و بعد ذکر التزام پذیرد دو نمونه قبل الموت و بعدِ روئے نماید اینست نمونهٔ کما تعیشون تموتون ؎

تا بجاروبِ لا نروبی راه ‏ ‏ ‏ ‏ نه رسی در سرائے الّا اللّٰه

والسّلام در عریضهٔ سابق عرض داشته بودم که متصدی حروفِ ادرمیان نه هستند فانظر الیٰ مایقول ولا تنظر الیٰ من یقول وقتاً فوقتاً مطالعه فرمایند و بنا اهل نه نمایند والسّلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

مکتوب ہفتم

هو الموجود

بجناب عالی مآب اولی الفضل والثواب شیخ شیوخ العصر عارف معارف الدہر نواختہ درگاہِ رب العالمین خواجۂ مشائخ شیخ خواجہ ادام اللہ ملتبساً بلباس معرفۃ الذات والصفات والافعال بعد رفع تحیۃ ونیازمندی احقر الانام عبدالرزاق احمد عرض کرد ونمود ما ہو المقصود بعد حصولِ سعادت ملاقات خداوند مذاکرۂ ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ و ذکرِ صفات وافعالِ اُو تعالیٰ شانہ میگردند وصفاتِ حق تعالیٰ کہ ازلی اند و قدیم وقائم اند بذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ ہفت اند یا ہشت در بیان آورند بنابراں قضیۃ الحق ینطق علی لسانِ عمر زبانِ بندہ شمہ ازبیان ذات وصفات وافعال بیان میکند و بازمی نماید بداں اوصلک اللہ بمعرفۃ الذات والصفات والافعال کہ باتفاق اصحابِ علم وعرفاں وبیقینِ اربابِ ذوق و وجدان حق سبحانہ وتعالیٰ عبارتست از ہستیٔ مطلق و وجود صرف یعنی حق تعالیٰ ہستیٔ مطلق و وجودِ صرف چوں اللہ میدانند ہستیٔ مطلق رامیدانند وچوں اللہ می خوانند ہستیٔ مطلق می خوانند وراے چیزے از ہستیٔ مطلق وغیرِ شئ از وجودِ محض اللہ نیست اللہ ولاسِواہ ولا الٰہ الا اللہ ؎

لَا اَرٰی فِی الْوُجُودِ اِلَّا ھُو	محو شد نقشِ غیر و نام سواہ
ہستیٔ مطلق است وحدت صرف	این ھُو این اَنتَ این اَنَا

اے دلدار مختار چوں مولیٰ تعالیٰ وتقدس وجود آمد غیر وے عدم آمد پس اللہ تعالیٰ موجود است وغیر وے معدوم وآنچہ موجود نشود والا یلزم قلب الحقائق وھو محال ؎

نہ آں ایں گردد و نہ ایں شود آں
ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

اینجا بداں کہ تو کیستی یعنی واجب الوجود است کہ ہستی تو شدہ است ہر کہ ایں سر را کرد دریافت از ہستی متوہم خود خلاص یافت وجود را بحکم اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا (نساء ۸ ع) با اہل وجود کہ حق است تعالیٰ و تفرد سپرد کرد و از غم دنیا و آخرۃ بیاسود ؎

چوں بدانستی کہ خاک کیستی — فارغی گر مردی ور زیستی

اے خداوند ارجمند چوں معلوم پیوست و مقرر کہ ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ ہستی مطلق است و وجود صرف اکنوں بدانکہ او را صفاتے اند قدیم و ازلی و قائم بذاتِ حق تعالیٰ و تفرد و آں نزدیک بعضے ہشت صفات اند چنانچہ علم و قدرت و حیات و سمع و بصر و ارادت و فعل و نطق (خلق و کلام) یعنی اللہ تعالیٰ را صفت علم است ہم بیک علم تمام معلومات معلوم میکند و بیک قدرت مؤثر در تمام مقدرات قادر است و بیک سمع ہمہ مسموعات را شنود و بیک بصر جملہ مبصرات می بیند و بیک ارادت ہمہ مرادات می آرد و بیک فعل یعنی بیک خلق ہمہ مخلوقات پیدا می کند کہ ہو الخالق و الباری و بیک کلام ہمہ امر و نہی و قصص و امثال بیان می میکند و بحیاتِ اُو ہمیشہ حی است کما قیل ان اللہ علیم، قدیر، سمیع، بصیر، مرید، حی، متکلم، خالق، ؎

اے صفاتِ بیکراں تو طلسم گنج ذات
گنج ذاتت گشت مخفی در طلسماتِ صفات

اے دلدارِ مختار یک استاد در پسِ پردہ چندیں ہزاراں صُورِ مختلف

مستور است ہر یکے را بنوعے در حرکت می آرد چوں عنایت ازلی در رسد و بصیرت ترا بنورِ معرفت بینا گرداند بیقین بدانی کہ عالم بر مثال خیال است و فاعلش اللہ تعالیٰ اگر می خواہی کہ سلسلۂ افعالِ مخلوقات بخالق عزّ شانہ رسانی آسان است مثلاً جانورے کہ مجروح تیر شود اگر با تیر گوید ہرگز از من بتو امیے نرسیدہ است چرا مرا مجروح گردانیدی تیر در جواب خواہد گفت از کمان پُرس کہ مرا انداختہ است کمان خواہد گفت از شخص پُرس کہ مرا در حرکت آوردہ شخص خواہد گفت از دل پُرس کہ مرا بداں داشت دل خواہد گفت از اللہ تعالیٰ پُرس کہ مقلب القلوب اوست کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام قلب

المؤمن بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن یقلبھا کیف یشاء

(حدیث شریف) یعنی ہر آں چیز کہ مشاہدہ میکنی فعل یک کس است بہ نہانے ولیکن فاعلش در پسِ پردہ مستور است چوں پردہ زائل گردد یعنی سرِّ واللہ خلقکم وما تعملون (الصفٰت ۳ ع ۶) باہر شود و مفہوم گردد آنزا کہ بخود وجود نبود فعل چگونہ بود و اقتدا کے تواند بود ؎

آنکس کہ نہاں بود ز ما آمد و ما شد	و آنکس کہ عیاں بود ز ما ما و شما شد
سلطان ز سریر تختِ شہی کرد تنزل	با آنکہ جز او ہیچ شہے نیست گدا شد
و آنکس کہ ز فقر و ز غنی ہست منزہ	در کسوت فقر از پے اظہار غنا شد
ہرگز کہ شنیدست ازیں طرفہ کہ یک کس	ہمخانۂ خویش آمد و ہم خانہ خدا شد

اجزائے وجودم ہمہ آں دوست گرفتہ
نامیست ز من با من و باقیست ہمہ اوست

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ہشتم

هوالموجود

بحضرت اعظم الاخوانی واصفی الاخوان سعید الرحمٰن وخدمت خواجہ اویس حصل اللہ مرادہ ومتع اللہ اولادہ بعد از ادعیۂ نامعدودہ واثنیۂ نامحدودہ الفقیر الحقیر عبد الرزاق احمد عرض سانید امور بخیریت است للہ الحمد، دائم المرام مثالِ عظام ومکاتبۂ کرام وصول یافت آنچہ مسطور بود مستور نماند بوضوح پیوستہ للہ الحمد اینما مندرج بود کہ بغایت حسن توفیقہ دست اعتصام بالعروۃ الوثقیٰ کلام العلیا زدہ تلاوہ شروع نمودہ تا آنکہ چند اجزاء قرآنی وتنزیل سبحانی بصحت حفظ پیوستہ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک از ہر نفسے ونفسے اعمال واعتقاد قابلیت بدرگاہِ اللہ راہ است اما اقرب طریق وانور سبیل صراطِ مستقیم تلاوتِ قرآن است کہ کلام قدیم سبحان است وتحقیق خواندن بے حرف وصورت وزبان الحاقست قال اللہ تعالیٰ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (مزمل ا ع ا) آنست کہ فہم کردن عظمتہ کلام وعلوّ او وفضل خداوند ولطف او جلّ جلالہٗ در فرستادن آں از لوحِ محفوظ بسوئے خلق آوردہ اند سر حرفے از کلام خدائے تعالیٰ در لوح محفوظ بزرگ تر از کوہِ قاف است وباید کہ وقت تلاوت قرآن مقصود از ہر خطابے خود را داند، پس اگر امرے ونہیے شنود خود را مامور ومنہی پندارد وہر چہ از او وعیدے رسد ہمچنیں شمارد منقولست ہر کہ اقرآن کہ دراں عظمتے رسید گویا حق سبحانہ وتعالیٰ با او سخن کرد وازیں ہم ترقی کند وآں آنست کہ قاری وقتِ قرأت قربِ سبحانہ وتعالیٰ باخود اندیشد وبداند کہ از

حق می شنود نہ کہ نفس خود نقل است از امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کہ فرمود، وَاللّٰہُ لَقَدْ تَجَلَّی اللّٰہُ لِخَلْقِهٖ فِیْ کَلَامِهٖ لٰکِنْ لَّا یُبْصِرُوْنَ وحضرت
ایشاں وقتے در نماز بودند بیہوش افتادند چوں از آں حالت استفسار
کردند فرمودند آیتے از قرآن در دل تکرار میکردم تا آنکہ از متکلم
شنیدم مشاہدۂ قدرت وے تعالیٰ وجود من ہر جامی نماند ؎

عروسِ چہرۂ قرآں نقاب آنگاہ بکشاید
کہ دار الملک ایماں را مجرد یابد از غوغا

بشنو از خدا و از خود بدر آئے و در آئے در مکتب خانۂ الرحمٰن
عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ (الرحمٰن) ؎

قولِ باری شنو ہم از باری
کہ حجابست صنعتِ قاری

مردِ دانا بجاں سماع کند
حرف وصوتش ہمہ وداع کند

قولِ شیخ مرشد جنید بغدادی است کہ لفظ قرآں و جسمِ انساں تواماند و معنی انساں
تواماں و حقیقت قرآں یکے است و ہو حقیقتِ اشیا ؎

ہرچہ قرآں چنیں نکو داند
حافظے باشد و خوشے خواند

والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب نہم

هوالموجود

دعائے مشتاقانہ وثنائے آرزومندانہ سعیدِ دارین ومسعودِ کونین المخصوص بعافیت اللہ وبرکاتہٖ وجعل اللہ من محبوب ولایتہ الکاملین، ہوالاخ الصالح التقی والنقی المعروف بشیخ خواجہ عافاہ اللہ فی الدارین والدنیا والآخرۃ من امراض الدین والدنیا والآخرۃ، الفقیر الخادم عبدالرزاق احمد عرض رسانید مثال واجب التعظیم وصول یافت بعد مطالعہ فرحت کلی روئے نمود وبہجت بشاشہ افزود کہ شگوفۂ دل در تبسم رسید الحمدللہ علیٰ ذالک۔ از مثال شریف من ابتداء تا انتہا موافق ومتابع احوال اولیاء اللہ واحبابہٖ تعالیٰ وتقدس لائح میگردد وللہ الحمد، دائماً۔ مندرج بود کہ آنچہ شغل فرمودہ بودند، بدل بندہ ہمچو سریش مصلق شدہ ودمِ بندہ بلاقصد واختیار جاری می شد وازلباس وجود نابود بر می جہید الحمدللہ علیٰ ذالک اللّٰہم ثبت قدمیہ فی دین الاسلام وباقیاً باللہ العلام قال اللہ تعالیٰ افمن شرح اللہ صدرہٗ للاسلام فھو علیٰ نورٍ من ربہ (زمر ع ۳) حاصل معنی آنکہ ذاکر چوں علی الدوام بر ذکر کلمۂ طیّب مداومت وملازمت نماید و جانب نفی ہمیں ہستی موہوم خود را نفی کند ودر جانب اثبات وجود حق جل ذکرہٗ کہ موجود حقیقی است بنظر بقاء مشاہدہ بکند وبداند کہ اِنّ ھٰذا الاسم من الاعظم الاسماء فائدۃً، وان ھٰذا لذکر افضل الاذکار، قال سہیل التستری لیس بقول لا الٰہ الّا اللہ ثوابٌ الّا النظر الیٰ وجہہ عز وجل والجنۃ الّا کاہ

لقد جاءك الحق من ربك بعين الیقین" وقل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل ۹ ع) نمود وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربھا ناظرۃ (قیامۃ ۱ ع) معاینہ کند و آن گاہ از تفرقہا آزاد شود دل غمگیں شاد شود والحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ، وآنکہ مندرج بود کہ خوف می آید کہ از واسطۂ علائق و عوائق حالت مذکور زائل گردد نعوذ باللہ منہا حضرت شیخ الواصلین شیخ سعدی فرمودہ اند

بپائے طلب رہ بدانجا بری
وز آنجا بہ بالِ محبت پری

طالب را باید کہ ابتدا حال خود بر ذکر مستولی شود ہر چند کہ ذکر از وے میگریزد او را بزور و قصد در وے می آویزد بجدے تا ذکر مستولی او گردد اگر او گریزد ذکر بقصد و اختیار با او آویزد آن گاہ ذاکر و ذکر ندکور شود ــــ
ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (جمعہ ع)
والسلام علی من اتبع الھدیٰ

مکتوب دہم

هو الموجود

بجناب مفخر آلِ قریش صاحب الملکته والعیش نواخته درگاہِ ربّ جلیل شیخ المشائخ شیخ اسماعیل متع الله المسلمین بدوامِ بقائه ۔ بعد رفع تحیته ومودت عبد الرزاق احمد عرض رسانید ونمود ما هو المقصود فرمانِ حضرت ذوالجلال وقادر برکمال بداؤد در رسید که یا داؤد پیغمبر صلوٰت الله وسلامه اذا رایت لی طالباً فکن له خادماً یعنی اے داؤدؑ چوں بینی تو طالب مرا بس خدمت بکن تو اُورا ومراد از خدمت طالب آں ست که تو اورا ارشاد کرده وراه نموده اُورا بمن رسانی ومنعطش فراق را باآب وصالِ من سیراب گردانی ۔

اکنوں بداں اوصلک الله تعالیٰ بالله باید دانست که راهِ حق تعالےٰ نه در آسمانست ونه در زمیں نه در شرقست ونه در غرب نه در یمین ست نه در شمال بلکه راهِ اُو اندرون تست کما قال سبحانه وتعالیٰ، وَفِی اَنفُسِکُمْ اَفَلَا تُبصِرُوْن (ذاریات ۲۱) یعنی معرفتِ حق تعالیٰ در معرفت نفس شماست پس چرا نمی بینید شما ہمیں معنی است، حدیثِ نبوی وقولِ مصطفوی علیہ السّلام من عرف نفسه فقد عرف ربه اے من عرف نفسه بالفناء فقد عرف ربّه بالبقاء تا فناءِ نفس حاصل نیابد وصول بالله میسّر نه شود ؎

تا خودی از خدا نیاید بُو   خود نباشی خدا نماید رُو

یکے از مصطفےٰ علیہ الصلوٰة والسّلام پرسید این الله یعنی کجاست فقال رسول الله فی جوابه فی قلوب عباده المومنین یعنی حقیقت

مومناں ذاتِ حق تعالیٰ است ؎

چوں آدم را فرستادیم بیروں
جمالِ خویش در صحرا نہادیم

اینست معنی آنکہ فرمود ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ یعنی بیافریدم
آدم بر صورت خود وہم ازیں رسول اللہ فرمود علیہ السلام من رآنی فی
المنام فقد رای الحق یعنی ہر کہ مرا دید چنانست کہ حق را دیدہ باشد
زیرا کہ مومن آئینہ حق تعالیٰ است چنانچہ فرمود المؤمن مرآۃ المؤمن
چنانچہ در آئینہ جمال را دیدہ می شود مومن حقیقی اوست واللہ المؤمن
زیادہ ازیں نبشتن نتواں گفت افشاءِ سِرِّ ربوبیت کفر است کفر در نبشتن جنونیت
ایں فقیر است و باسعادۃ آں خداوند امیدوار حضور آں پاک نہادہ
می آید تا سعادتِ دیدار کہ اشرف تریں سعادتہا است حاصل آید
بالاجابت حیر علیٰ مایشاء قدیر ایں چند اسطار ایں دیوانہ برابر خود
بدارند و وقت بوقت مطالعہ فرمایند و عکس نہ نمایند۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوبِ یازدہم

هوالموجود

شریف العصر سیّد الدہر نواختہ درگاہ معبود سیّد السادات سیّد مسعود دام اللہ سیادتہ وسعادۃ بعد رفع تحیۃ اضعف العباد کلب الرّسول عبدالرزاق احمد عرض رسانید ونمود با ہوالمقصود فردا روزِ قیامت ہر کسے با محبوب وے خواہد بود، اَلمرأ مَعَ اَحبّ (حدیث) یعنی مردم با محبوب خود ست اگر محبوب مطلوب مرد دنیا بود در حق او ندا ایں وعید ست فمن الناس من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ ومالہ فی الاٰخرۃ من خلاق (بقرۃ ۲۵ع) یعنی بعضے مردماں اند کہ مطلوب ومحبوب ایشاں مجرد دنیا است وہمیں دنیا می خواہند ومیلِ عقبیٰ ندارند ایشاں را در آں جہاں نصیبے نیست وبعضے مردماں اند کہ خاطر ایشاں از سبب تغیر وتبدّلِ احوالِ دنیا از نظر گذاشتہ وہمتِ خود بدار البقا گماشتہ بزبانِ حال وقال میگویند ومنھم مِن یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (بقرہ ۲۵ع) بنا بریں خداوند آں دولت وسرداران عزت دنیا را مزرعۃ الاٰخرۃ پنداشتند لاجرم از حضرت لایزال وقادر باکمال بدولت نصیب کامل وتویدِ شامل اُولٰئِکَ لَھُمْ نَصِیبٌ مِمَّا کَسَبُوا (بقرہ ۲۵ع) مخاطب شدند یعنی ایشاں را نصیب است معہود کہ ہرگز زوال نہ پذیرد وہمیشہ باقی بود چتر شاہی اُولٰئِکَ لَھُمْ جَنّٰتُ الفِردَوسِ خَالِدِینَ فِیھَا (کہف ۱۲ع) بر سر ایشاں وا اولٰئک اولی الامر حمال ایشاں را وبعضے مردماں اند کہ دلِ ایشاں از دنیا سرگشتہ ومیل باٰخرۃ ہوائے نفس پنداشتہ از دنیا نفور واز عقبیٰ

دور نہ دلِ ایشاں بدنیا آویزد نہ ہمت ایشاں بعقبیٰ در آید ایشاں شاہ بازانِ عالمِ حقیقت و غواصانِ بحارِ معرفت اند نہ ایشاں نصیب خویش ازیں جہاں جستہ نظر خود از آں جہاں بستہ بمتابعت والضحٰی وَاللَّیلِ اِذا سجٰے (ضحیٰ) چشم شاں مکحل بکحل مازاغ البصر وماطغیٰ (النجم ا ع) ایشاں از نعیم جنت نفور و بقرب حق شکور و بدولت ربِ غفور مغفور از خود گذشتہ و بخدائے ربِّ عزت پیوستہ از دنیا و آخرۃ رمیدہ بہ دولت یحبہم و یحبونہ رسیدہ اللّٰھم اجعلنی منھم ومن الذین یحبھم حاصل آنکہ اے خداوند ارجمند المرأ مع من اَحَبَّ یعنی مردان ہمیشہ با محبوب خود خواہند بود خواہ دنیا و خواہ عقبیٰ و خواہ مولیٰ ہریکے واصل مطلوب خود اند و خواہند بود ایں دولت است مرآں خداوندرا کہ میل باہل اللہ دارند امید است کہ از محبت ایشاں اہل اللہ گردند اما طلب نمونہ عطا است ہر کرا چیزے دا دند امید آنست کہ مطلوب خواہند بود من طلب شیئًا وجدَّ وَجَدَہٗ (مقولہ) ؎

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست
عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

جامۂ خلافت کہ از سرِ رافت بدست برادرم شیخ مبارک ارسال فرمودہ بودند الحمد للہ علیٰ ذالک اگرچہ ایں فقیر لائق خلعت و جامہ نبود اما چوں از طرف فرزندِ رسول بود علیہ السلام ہم از دستِ شیخ مبارک پوشیدہ شد اللّٰھم البسنی لباس العافیۃ والسّلام

مکتوب دوازدہم

ھوالموجود

الوف الوف تحیتہ وصنوف صنوف مدحت بملازمان دولت و بواقفان حشمت حضرت سعید دارین ومسعود کونین صاحب السیف والقلم ناشر العلم و معلم رافع رایات دولت ناصب اعلام ملت نخبہ خوانین عظام خلیفہ بارگاہ کرام منظور المشائخ والاولیاء مقبول الزہاد والعرفاء المخصوص بعنایۃ السبحان الاحد والصمد حضرت شاہ محمد ادام اللہ ذاتہ، محمداً فی الدارین ومحموداً فی الکونین ؎

گوہر پاک تو از مدحت ما مستغنی است
فکر مشاطہ چہ با حسن خدا داد کند

بعد تسلیمات دعاء گویانہ ودعوات مشیخانہ اضعف العباد عبدالرزاق احمد عرض رسانید نمود ما ہو المقصود بر حکم این بیت ؎

از عدالت نبود دور اگر پرسد حال | بادشاہے کہ بہمسایہ گدائے دارد

مثال عظام وملاطفۂ کرام کہ مملو بجواہر الفاظ ومنتظم بدرر معانی ملاحظہ فرمودہ بودند وصول یافت بعد تقدیم مراسم دعوات وتسلیمات بمطالعہ شتافتہ بمعلوم خیریت ملازمان برخوردار کونین وانتظام دارین گل دل متبسم وبلبل جاں مترنم شد قطعہ ؎

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحۂ قلمت | نیاز مندئ ما عرض کرد برقم منت
نہ گویم از من بیدل بسہو کردی یاد | کہ در حساب نہ وقت است سہو در قلمت
بنوک خامہ رقم کردہ ئی سلام مرا | کہ کارخانۂ دوراں مباد بے رقمت

الحمد للہ علیٰ ذالک قال علیہ الصلوٰۃ والسلام المرأ مع من احب
(حدیث)

یعنی مردم با کسے است کہ او را دوست دارد ، اے خداوند ارجمند محبت مشائخ و فقرا ، و مودتِ علماء و عرفاء موجب محبت مولیٰ تعالیٰ و تقدس ۔

روضۂ خلد برین خلوت درویشان است
مایۂ محتشمی خدمتِ درویشان است
گنج عزلت کہ طلسمات عجائب دارد
فتح آں در نظرِ ہمتِ درویشان است

اکثر دعاء رسول صلے اللہ علیہ وسلم ایں بود اللھم ارزقنی حُبّک وحُبّ من احبّک اے پروردگار روزی گرداں مارا محبت خود و محبت کسے کہ محبت دارد با تو محب محبوب است دانند یحبھم ویحبونہ مرغوب است چہ محبت ہمہ واسطہ اتحاد است و ہر چہ در جہاں جز محبت است باد قال اللہ تعالیٰ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (فجر ع) اے فادخلی فی قلوب عبادی وادخلی جنتی یعنی اے بندہ در آئی تو در دلہائے بندگان من درائے تو در بہشتِ من در آمدن در بہشت متعلق گردانید بدر آمدن بندگانِ خود و در آمدن در دلِ عبارتست از محبتہ و ورزیدن ایشان قال علیہ السلام من احبّ قوماً فھو منھم ، اے دلدار مختار باید دانست کہ خلقتِ عالم بواسطۂ محبت است و آفرینش بنی آدم از بہرِ عشق و مودۃ است قال علیہ السلام حاکیاً عن اللہ تعالیٰ ، کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف یعنی حق تعالیٰ میفرماید بودم من گنجی پنہاں پس دوست داشتم من شناختہ شوم پس بیافریدم من خلق را تا شناختہ شوم من ناگاہ عشق بیقرار از بہر اظہار کمال معرفت و معرفتہ وجود پردہ از روے کار برکشود واز روئے معشوقی و محبوبی خود بر عین عالم کہ عاشق و محب است

جلوہ فرمودہ ؎

پرتوِ حسنِ او چوں پیدا شد　　　عالم اندر نفس ہویدا شد

اے خردمندا ارجمندا اگر واسطۂ محبت و واسطۂ مودت نبودے مرکزِ عالم از عدم بوجود نیامدے و از بود نابود خود ماندے الٰہی بحرمتِ آناں کہ از جامِ وحدت مئے محبتِ تو خوردہ اند و راہِ بتو بردہ اند جرعہ درو ے در کامِ من بیکام چکاں و بزمرۂ ایشاں رساں بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد والسلام۔ ایں چند اسطار ایں بدکردار گاہے گاہے بخوانند و ہر کس را نہ نمایند والسلام۔

مکتوب سیزدہم

هوالموجود

بحضرت سیادت پناہی نواختہ درگاہِ الٰہی المخصوص بمحبت الصمد شیخ المشائخ سلطان محمدؐ دام اللہ بعد از رفع نیاز بے انداز احقر الانام عبدالرزاق احمد عرض رسانید امور بخیریت است للہ الحمد دائماً المرام ومثالِ عظام وملاطفۂ کرام وصول یافت آنچہ مسطور بود مستور نماند بوضوح پیوست الحمد للہ علیٰ ذالک، بدانکہ نعمتِ وصالِ حق سبحانہ وتعالیٰ بے مدد ودوام ذکر میسر نمی شود، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ، انا ذاکر من ذکرنی وحبیب من ذکرنی ومجیب من ذکرنی وحافظ من ذکرنی ورحیم من ذکرنی، قال اللہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم (بقرہ ۱۸ ع) بندہ من مرا ایستادہ یادکن نشستہ یادکن خفتہ یادکن، بہر جا کہ ہستی دوست را یادکن بندہ بے ذکر حق نیکو نباشد دوست بے یاد دوست نیکو نبود، یک سخن از فضیلتِ ذکر استماع کن تا مقامِ ذاکر بدانی۔ در خطبۃ الوداع آوردہ اند فضیلت صدقہ اگر یک درم صدقہ بر چہل ہزار دست بگذرد تا بدرویش رسد ہر چہل ہزار را خدائے تعالےٰ آزاد کند، چوں ایں سخن معلوم کردی اکنوں بدانکہ اگر جملہ دنیا زر ونقرہ گردد جملہ ریگہا درم وارید شود وجملہ سنگہا لعل کانی ویاقوت رمانی گردد وایں جملہ ملک مِلک تو باشد وتو جملہ در راہِ رضائے تعالیٰ بمستحق رسانی برابر آں نہ باشد کہ یکبار خدائے را یاد کنی (مصرعہ)

اللہ بس است عاشقاں را

وبر صحنِ دل نقش اللہ مطالعہ کنی قال اللہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم۔

(بقرہ ۱۸ ع) اکنوں بداں اے خداوندا رجمند باید کہ دائم نظر بر صحن دل بر نقش اللہ بدارند وہمیشہ ملاحظۂ آں در خاطر دارند تا ذکر ذاکر و ذکرِ مذکور یک شوند و حجاب بشریت از دیدۂ دل دُور گردد و جمال و جلالِ حق حاضر و ناظر شود۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھدےٰ۔

مکتوب چہاردہم

هوالموجود

یارب بجرم نیستی راہم دہ باشد کہ شود ز نیستی کارم بہ

قال اللہ تعالیٰ لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین (انعام ۹ ع) بعد تحیتہ اضعف العباد عبدالرزاق احمد بجناب نواختہ رب جلیل شیخ المشائخ شیخ اسمٰعیل ادام اللہ قربہ مع مولاہ واتحاد مع ربّاہ بعرض رسانیدہ نمود ما ہو المقصود امور بخیریت است لیلتہا دائماً سخن دراز کوتاہ باید کرد وراہ صد سال بیک ساعت بلکہ کم از آں طے می باید کرد وآں اینست کہ نیستی خود را در ہستی حق مطالعہ می باید کرد حضرت مہتر داؤد صلوٰت وسلامتہ عرض کرد الٰہی کیف الطریق الیک فاجابہ اللہ تعالیٰ بقولہ دع نفسک وتعال، اکنوں بداں اے ارجمند ارشدک اللہ تعالیٰ بمعرفتہ الذات والصفات کہ حضرت داؤد صلوٰت اللہ وسلامتہ در مناجات راہ وصول بحق خود خواست وقال الٰہی کیف الطریق الیک فقال اللہ تعالیٰ فی بیان طریق وصول الی الرب بقولہ عز من قائل دع نفسک وتعال، اکنوں بداں اے ارجمند دلبند دع امر ست بمعنی ترک دادن و ترک دادن نفس عبارتست از گفتن من و تو و دانستن تو و او، وتعال امر ست بمعنی آمدن اکنوں بگوش ہوش باید شنید کہ دع نفسک یعنی بگذار نفس خود را و نفس را سابق معلوم کردی وگذاشتن او از آنست کہ او را بنظر نفی مطالعہ فرمائی زیرا کہ چہ منی و مائی از خانہ ما خاستہ است وبذاتہ خود چیزے نیست پس بنظر فنا مطالعہ کن وبگو لا الہ یعنی نیست ہیچ موجود

وتعالیٰ بیا یعنی آں مقام اِلّا اللہ است ؎

گرچہ بود او لا ترا نیت — نفی اشراک در الوہیت
این دم از غیر نفی بود کنی ! — محو اشراک در وجود کنی
با خدا در بلندی و پستی — کس نیابی شریک در ہستی
لب کشاید نہنگ لا ہر دم — دو جہاں را کشد بکنجِ عدم
من و ما را برد تمام فرو — بر سر آرد ز قعر گوہر او

چوں چندگاه بدیں آگاه ذکر لا الٰہ الا اللہ مواظبت نماید جز ہویۃ حق سبحانہ وتعالیٰ در دیدۂ شہود او نماید بیشتر سفر نبود و سیر الی اللہ وے را حاصل آید چوں بدیں سِر واقف گردد از زحمت ناہوده خود بیاساید یعنی اگر آئینہ خواہد کہ در روے صورت پذیر آید حاجت نیست کہ سفر کند و یا از صورت خود بگردد بلکہ می باید کہ از زنگار صافی گردد ہمچناں چوں سالک خود را از زنگار ہستی صاف کرد آنگاه آفتاب حقیقی در آئینہ روے او تابد ؎

چوں چشم باز کردم روے رخت تو دیدم — تا گوش باز کردم آواز تو شنیدم

حاصل الامر اگر وجود متوہم در میانِ حجاب نمی بود کہ آں توہم از خانۂ من خاستہ است ہرگز از دیدار دوست غائب نمی بود (رباعیہ) ؎

روزے کہ بسودم و نمیدانستم — شب با تو غنودم و نمیدانستم
ظن بردہ بُدم کہ من بودم من — من جملہ تو بودم و نمیدانستم

در مقامِ عوام گمان بردہ بود کہ وے را باستقبال وجودے ہست چوں بمقام یقین رسیدہ تفتیش شد کہ وے را ہستی نبودہ است بلکہ ہستی معشوق است ؎

ہستی کہ بخود قیام دارد — او نیست ولیک نام دارد

چوں بایں مطالعہ استغراق نماید بجز نورے معشوق چیزے دیگر در نظر شہود نیاید دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰہم نوراً، دریابد واللہ ہو الہادی الی الرشاد والسداد لا الٰہ الا ہو ربی توکلی علیہ وہو حسبی۔

مکتوب پانزدہم

ھو الموجود

بجناب شیخ شیوخ المشائخ نواسہ درگاہ رشید الوحید العارف باللہ حضرت شیخ حبیب اللہ متوطن قصبہ سنبھا ادام اللہ ذاتہ حمیداً فی الدارین وسعیداً فی الکونین الفقیر الکاتب عبد الرزاق احمد عرض رسانید امور خیریت است للہ الحمد دائماً سلامتی ذات پاک و نظام امور دارین بعون اللہ تعالیٰ سبحانہ مطلوب المرام مثال و مفاوضہ کرام کہ مرسل فرمودہ بودند وصول یافت الحمد للہ علیٰ ذالک ہمیرین منوال جاری فرمایند تا انشراح خاطر گردد اکنوں بداں اے خداوند ارجمند استاد ابو القاسم تستری طیب اللہ ثراہ میگوید لا یصل احدٌ الی اللہ الا بدوام الذکر یعنی بوئے سعادت بمشام ہیچ سالک بے مدد ذکر نرسیدہ است و نسیم وصال بر دل ہیچ محب بے دوام ذکر نوزیدہ است ہم ازیں جا بزرگان فرمودہ اند الذکر منشور الولایۃ یعنی ہر کرا توفیق دوام ذکر دادند در چہار بالش دولت بنشاندند و ازہر کہ ذکر ربودند از درگاہ قبولش دور کردند۔ در ہر نفسے مرا حسرت دارم از عمر کہ بے یاد تو چوں میگزارد یک سخن از فضیلت ذکر استماع کن تا مقام ذاکراں بدانی در خطبۃ الوداع آوردہ است کہ اگر یک درم صدقہ بر چہل ہزار دست بگذرد تا آخر بفقیر برسد بر چہل ہزار را خدائے تعالیٰ آزاد کند چوں ایں سخن معلوم کردی اکنوں بداں اے خداوند ارجمند اگر جملہ دنیا زر و نقرہ گردد و جملہ ریگہا دُر مروارید شوند و جملہ سنگہا لعل کانی و یاقوت رمانی گردد ایں جملہ ملک تو باشد و جملہ را در راہ رضاء خدائے تعالیٰ بمستحق رسانی برابر آں نباشد کہ یکبار خدائے تعالیٰ را یاد کنی حیات عارفاں بنام اوست و شادی ایشاں بیاد او

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ یقول اعطیت امتک مالم اعطہ امۃ من الامم قال وما ذاک قال فاذکرونی اذکرکم (بقرہ ۱۸ع) یعنی پیغامبر فرمود صلی اللہ علیہ وسلم کہ حق تعالی میفرماید دادم من امت ترا چیزے کہ ندادم امتان پیشیں راپس پیغامبر گفت خداوند آن چہ چیز است فرمان آمد فاذکرونی اذکرکم (بقرہ ۱۸ع) یعنی اگر یاد کنند مارا یاد کنم من شمارا۔ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم (نساء ۱۵ع) بندۂ من مرا ایستادہ یاد کن نشستہ یاد کن خفتہ یاد کن در سفر یاد کن درحضر یاد کن در صحبت یاد کن در زحمت یاد کن در ہر جا کہ ہستی، دوست را یاد کن کہ بندہ بے ذکر حق نیکو نباشد و دوست بے یاد دوست نیکو نبود حضرت شیخ الواصلین شیخ سعدی علیہ الرحمتہ والغفران فرمودہ اند "ہر نفسے کہ فرومیرود ممد حیاتست و چوں برمی آید مفرح ذات" پس در ہر نفسے دو حالت موجود یعنی در آمدن و بر آمدن دم باید کہ حفظ ایں دو حالت لازم دانند و ہیچ نفسے بے ملاحظہ ذکر برنیارند یعنی در وقت بر آمدن دم بہ لا الہ و در وقت در آمدن بہ الا اللہ ہمدم سازند تا ذکر بارگ و جاں آمیز د و از ہر ذرۂ تن نعرہ خیزد ؎

چناں در اسم او کن جسم پنہاں
کہ میگردد الف در باسم پنہاں

تا از برکت ذکر ذاکر ذکر گردد و ذکر ند کور شود و ترا از نور یاد جمال حقیقی روئے نماید۔ نظم ؎

آفتاب وجود کرد اشراق
نور او سر بسر گرفت آفاق
سر بروں کرد پرتو خورشید
در تنزل ز ہر دریچہ و طاق
دیدہ وا کن ز خالق مخلق تا بہ بینی بدیدۂ خلاق

کہ جز او نیست در سرائے وجود   بحقیقت دیگر کسے موجود

چندگاہ بتکرار لا الٰہ الا اللہ چنانچہ عرض بندہ است مواظبت نمایند تا پرتوِ نورِ ہویّت و ظہورِ ہستی حق سبحانہ و تعالیٰ بر باطنِ او تابد و وجود اشیاء کہ و ہمے است ز نظرِ بصیرت او دُور شود و جز ہویّت حق سبحانہ و تعالیٰ در دیدۂ شہود او نماند۔

نظرے کن کہ غیر یک شئے نیست
گرچہ اندر ظہور اشیاء شد
لیس فی الدار غیرہ الدیار
دیدۂ ما بعین بینا شد

والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب شانزدھم

هوالموجود

بحضرت سید السادات منبع المعاد نواختہ درگاہ سبحان اعنی سید علیخان الفقیر عبدالرزاق احمد عرض رسانیدہ و نمودہ آنکہ یک شب طاؤس عارفان ربانی بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز درخلوت خانہ دل مکاشفات کمندِ شوق در کنگرہ کبریا اندا ختہ و آتشِ عشق در نہادِ خود افروختہ و زبان را از سر عجز و درماندگی بکشاد و گفت یا ربِّ متیٰ اصل الیک بار خدایا تا کے در آتشِ ہجرانِ تو سوزم کے مرا شرابِ وصل چشانی از حضرت بسرش ندا آمد کہ بایزید ہنوز تو پے مردم است و وجود تو در پناہِ تست اگر خواہی کہ بما رسی دع نفسک و تعال نفسِ خود را وداع کنی رائے اکنوں بداں اے ارجمند دلبند نفسِ چیست گفتن من و تو و دانستن ما و او تا خود را میدانی از خدا دوری و در فراقش ھجوری و چوں بجائے دانستن خود ذات او را بدانی واصلی و کاملی

پیشہ مرد چیست نفی وجود

مرد ایں پیشہ باش تا باشی

باد و اندیشہ جمع نتواں شد

بر یک اندیشہ باش تا باشی

چوں بجائے ہستی خود ہستی حق سبحانہ و تعالیٰ نظر میفتد من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ظاہر گردد یعنی ہر کہ نفس خود بنظرِ فنا مطالعہ کرد حق تعالیٰ راہم در ذات خود بنظرِ بقا ملاحظہ کرد چوں ایں حالتِ استغراق بذیرد معنی اذا تم الفقر فہو اللہ (حدیث) روئے دہد والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ معروض باد کہ ہر قدرت و فعل کہ ظاہر از مظاہر می نماید فی الحقیقۃ

از حق ظاہر دراں مظاہر است شیخ محی الدین ابن عربی میفرمایدلا فعل العین بل الفعل الیہا پس نسبت قدرت وفعل بندہ از جہتہ ظہور حق است بصورت بندہ نہ از جہتہ نفس اُو واللہ خلقکم وما تعملون (الصفت ۴۳) میخواں وفعل اللہ می داں ؎

رباعیہ

چوں ذاتِ تو منفی بودا ے صاحب ہش

از نسبتِ خود باش بافعالِ خمش

شیریں مسیلمہ شنو لکن روئے ترش

ثبت العرش اولاثم النقش (کذا)

والسلام علی من اتبع الہدیٰ ۔ اے برادران ہریک شیخ احمد و معین الدین راسلام و دعا خوانند والسلام۔

مکتوب ہفتدہم

هوالموجود

بحضرت شیخ المشائخ شیخ احمد و شیخ معین الدین و سید السادات سید محمد ادام اللہ مشیختہم الفقیر الکاتب عبد الرزاق احمد عرض رسانیدہ امور بخیریت للہ الحمد دائماً۔ الغرض مکاتبہ شریف رسید مضمون معلوم شد پیوستہ نشستہ بودند کہ چشمان کہ بہترین اعضاء است دم بدم بشرف بیکر روئے مبارک می باشد ایں دولت است بر ملازماں را از آنکہ آوردہ اند ؎

در مسند فقر چوں تو بینی شناسے — زاسرار حقیقت بیقیں آگاہے
گر نقش کنی بلوح دل صوتِ و — زاں نقش بنقش بندیابی راہے

و طریق شغل و توجہ بحق چناں ست کہ ہرگاہ کہ خواہند دریں راہ در آیند و اشتغال نمایند اول صورت آں شخص کہ ایں نسبت شریفہ از وے یافتہ باشند در خیال در آورند و چشم بستہ آں صورت را ملاحظہ نمایند ہم او را بخدائے رسانند اگرچہ او را عملی دیگر چنانچہ نماز و روزہ و ریاضت و مجاہدہ نباشد و ہر چہ مشکل دینی و دنیاوی روئے نماید باد ب تمام پیش آں صورۃ عرض دارد مشکل حل گردد باید کہ ہمیشہ از حق سبحانہ و تعالیٰ بوصف نیاز بقائے ایں صفت طلبد و در حالت ایستادہ و نشستہ و پہلو تکیہ زدہ ہمیشہ مشغول باشد تا ذاکر ذکر و ذکر مذکور گردد ؎

خوش آنکہ دلت ز ذکر پرنور شود — در پرتو آں نقش تو مقہور شود
اندیشۂ کثرت زمیاں دور شود — ذاکر ہمہ ذکر و ذکر مذکور شود

بدانکہ ہر چہ غیر حق است محبت او از دل کشند و ہستی حق سبحانہ و تعالیٰ ثابت گردانند

نفی کل شیٔ لہ آیہ — تدل علیٰ انہ واحدٌ

؎ در ہر آئینہ روئے دیگر گو — می نماید جمال او ہر دم
گہ در آید بکسوت حوّا — گہ بر آید بصورتِ آدم

(والسلام)

مکتوب ہژدہم

هوالموجود

بحضرتِ شیخ المشائخ شیخ احمد و معین الدین را اعلام آنکه ہر جا باشند باخدا باشند اوست که ہمیشه بود و ہمیشه با تو خواہد بود ہیچ چیز اُورا حجاب نخواہد بود ۔

یار است عیاں بصورتِ کون
این نقشِ جہاں نمودِ بے بود
نقشے زدوئی خیالِ احوَل
چوں غیر یکے نبود موجود

وَالسّلام



مکتوبِ نوزدہم

هوالموجود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ السّلامُ علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
امابعد، روایۃ کردند کہ چوں بہشتیاں در بہشت در صدرِ ناز بنشینند و خداوند
عالم خالق بنی آدم بر ایشاں سلام گوید کما قال سبحانہ عز وجل "سلامٌ
قولاً من رب الرحیم" (یٰسین ۴ ع) یعنی السلام فی دار السلام من
رب السلام علی اہل السلام آنکہ خطاب آید سلام من شنید ید و دیدار
من بہ بینید ایشاں را دراں حالت راحتِ دل بیاید و مرا روح حاصل شود و
ایں خطاب سلام از حضرت علّام بواسطۂ محبت و بواسطۂ مودت است
کہ حق تعالیٰ در ازل ازال من حیث الفضل والافضال بندگان خویش
را دوست میداشت و عَلَمِ محبّت و مودت می افراشت قال اللہ تعالیٰ
یحبوھم و یحبونہ (مائدہ ۸ ع) و از جملہ آثارِ محبت و نتیجۂ آں شوقِ
محبت است کہ حضرت خداوند زادہ برجادۂ سالۃ خوانین العظام
نتیجہ الامراء الاکرام صاحب السیف والقلم جامع العلم
والحلم المخصوص بعنایۃ الذحضرت شاہ محمّد ا دام اللہ دولتہٗ و مودتہٗ
کہ بقلمِ دربارہ سلام ایں بے کردار و خطاشعار بنوک خامہ مرقوم فرمودند شکر آنہا
بر خود واجب باید دید و ایں مقدار میلِ خاطر اہل اللہ سعادتِ اخروی تصوّر
باید کرد کہ محبتِ ایں طائفہ و اشتیاقِ ایں گروہ نہ اندک دولت است و نہ
ہر دلے شائستہ ایں نعمت است ، مَن اَحَبَّ قوماً فھو منھم (حدیث) یعنی
ہر کہ قومے را دوست دارد و از جملہ ایشاں ست چنانچہ اعرابی در مدینہ آمد
و گفت یا رسول اللہ ترا سخت دوست میدارم و مسکن من از مدینہ دور است

درباب من چہ فرماتی پیغامبر فرمود صلی اللہ علیہ وسلم اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (ترمذی شریف) یعنی ہر کسے مقارن محبوب خود است لَا بُعْدَ مَعَ الْمُحَبَّۃِ وَلَا قُرْبَ مِنَ الْعَدَاوَۃِ ؎

روزے کہ مرا زچراغ و افلاک نہ بود
آفرینش آب و آتش و خاک نہ بود

در یادِ تو مست بودم و بادہ پرست
ہرچند نشانِ بادہ و تاک نہ بود

حضرت ذوالجلال وقادر برکمال در ازل ازال حیث کان اللہ ولم یکن معہ شیٔ ؎

آنجا کہ نہ لوح و نے قلم بود ہنوز
اعیاں ہمہ در کتم بود ہنوز

خود را بخود مے دانست جمال وکمال ذاتی خود را بخود میدید و ہمچنیں دیدن دانستن صدا از ان اللہ لغنیٌّ عن العٰلمین (عنکبوت ۱ع) برگوش تاریک اشیا ر ظلمت باد عدم میزد و میگفت۔ (رباعی)

در ملک بقا منم باستغنا فرد
با من دیگرے را نبود صلح و نبرد

عاشق خود و معشوق خود و عشق خودم
نہ نشستہ باغیار بدامانم گرد

چوں حضرت ذوالجلال وقادر برکمال بحکم انّ اللہ جمیلٌ یحبّ الجمال (حدیث شریف) محبت جمال وکمال صفت ذاتی اوست و آدمی را بموجب خلق اللہ آدم علےٰ صورتہ (حدیث شریف) برصورتِ خود آفریدہ است و خلعتِ صفات خودش پوشانید پس محبت جمال شیوۂ اصلی وکمالِ اوست تعالیٰ و تقدس؛ اے خدا و ند ارجمند حق سبحانہ و تعالےٰ دلِ دوستاں و خاطرِ ایشاں را بانعامِ خود شادمی کند و بشارتِ نجات و خلاص میرساند اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس ۷،ع) بیدانید و آگاہ باشید کہ دوستانِ خدائے تعالیٰ را بقیامت ترس و بیم نیست الخوف

بداں اے ارجمند اطال اللہ بقائک کہ دوستانِ حق تعالیٰ کیانند بعضے گفتہ اند جملہ قرآن خواناں، اولیاءِ خدائے تعالیٰ اند قال علیہ السّلام خیرکم من تعلم القرآن و علمہ (حدیث شریف) و بعضے میگویند کہ اولیاءِ خدا علماء اند و فقہاء، کہ بیانِ حلال و حرام میکنند، امامِ اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) می فرمایند اگر علماء، دوست خدائے را اند لیس للّٰہِ ولیٌّ فی الارض بس خدائے قادر روئے زمین دوست نیست حافظاً و حاسباً۔ مسلمان ایشاں اند پس اولیاءِ خدا ایشاں بودند، و بعضے میگویند کہ اولیاءِ خدا آں ہاں اند کہ در خلوت از گناہ کبیرہ اجتناب آرند، اما چوں پیغامبر را علیہ السّلام پرسیدند کہ اولیائے خدا کدام اند فقال علیہ السلام ھم الذین اذا رأوا ذکروا اللہ (حدیث شریف) یعنی آں جماعتے اند کہ چوں عوام را نظر بر جمالِ ایشاں افتد خدائے تعالیٰ یاد آرند و کمالِ محبت با حق آں است کہ دوست دارد مر خدائے را بکل دلِ خویش چنانکہ او را التفات بغیر نماند ایں را استغراق گویند در محبت چوں حالش او بود معبود دلش او بود و مقصود دلش او بود دلبس گوید (مصرعہ)

در ہر چہ نگہ کنم توئی پندارم

سبحان اللہ نگر تو در چشم خود بینی، اللّٰھم ارزقنی حبک و حب من احبک ایں چند اسطار ایں بدکردار برخود دارند و گاہے گاہے مطالعہ فرمایند و بہ ہر کس نہ نمایند والسلام

مکتوب بستم

هو الموجود

جناب عالی مآب ابوالفضل والثواب صاحب المعانی مبین الآیات والمثانی ماہر حقائق فرقانی المخصوص بعنایۃ حضرت لامتناہی اعنی شیخ المشائخ شیخ ہاشم ایضاحی متع اللہ مستفدین بدوام بقائہ، بعد تحیۃ و نیاز اضعف العباد عبد الرزاق احمد عرض رسانید و نمود ما ہو المقصود مکاتبہ شیخ المشائخ رسید، آنچہ مندرج بود کہ معانی آں بیت در خاطر می خلد در قلم آرند و آں بیت اینست ؎

عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالب دوست
عجب ایں ست کہ من واصل سرگردانم

و خلیدن معنیٔ بیت در خاطر از آں ست چوں وصل عبارت از فنا ست پس بدیں معنی واصل فانی است سرگرداں کیست و ایں معنی در خاطر از ان ست۔ اکنوں بداں اے عزیز باتمیز اقربک اللہ بکرامۃ الواصلین کہ وصول بحضرت خداوند ؎

مایعود الیہ الطرف عند رؤیتہ
حتی یعود الیہ الطرف مشتاقا

ہر چند جمال بیش عرض کند عشق غالب برآید و جمال خوبتر نماید و سرگردانی بیفزاید واللہ اعلم بالصواب۔

مکتوب بست ویکم

هوالموجود

بحضرت شیخ المشائخ نواختہ درگاہ قوی اعنی بہ شیخ علی ادام اللہ ذاتہ فانیتہ وباقیتہ ومتع اللہ المسلمین وبدوام بقائہ۔ بعد از رفع تحیۃ مبارزاق احمد عرض رسانید ونمود ماہو المقصود، فرمانِ حضرت ذوالجلال وقادر بکمال بداؤد پیغامبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دررسید کہ یا داؤد عاد نفسک فانہ قام المعاد الیّ، یعنی اے داؤد دشمن دار تو نفس خود را بس بدرستی کہ او ایستادہ است از بہر دشمنائگی من آری دشمنائگی نفس ظاہرست زیراکہ حق تعالیٰ می خواہد کہ ہمہ آدمیاں صفاتِ من گویند وکنند وہیچ کس بدنگوید وغیر ذالک کہ دریں ورق نگنجد، اکنوں بداں، تصرف اللہ علی نفس الکافر نفس چیست گفتن مَن وتو ودانستن ما واو؎

ازیں کافر کہ مارا در نہاد است
مسلماں درجہاں کافر فتاد است

ایں نفسِ کافر راہِ حق گرفتہ است وبرآمدنِ توحید شدن نمیدہد (کذا) الابدوام نفی دے وقطع نفسانیت ازصحن دل ونفیِ نفس بہ نفیِ خود روئے نماید؎

پیشہ مرد چیست نفیِ وجود
مرد ایں پیشہ باش تا باشی

چوں نفیِ نفس حاصل آید جمالِ توحید روئے نماید وہمیں ست معنی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم من عرف نفسہ بالفناء عرف ربہ بالبقاء (حدیث) ہر کہ نفس خود را فانی دانست حق تعالیٰ را باقی دانست، آنجا جمالِ لا الٰہ الا اللہ لائح گردد یعنی بنفی خود واثباتِ حق تعالیٰ ظاہر شود وایں جا اسلام حقیقی دست دہد کما قال سبحانہ وتعالیٰ وفی انفسکم افلا تبصرون (الذاریات ۲۱) یکے از مصطفیٰ علیہ السلام پرسید این اللہ، کجاست خدائے تعالیٰ و تفرد فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، فی قلوب عبادہ المومنین

یعنی حقیقتِ مومناں ذاتِ حق تعالیٰ است چنانچہ بحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرمانِ حضرت ذوالجلال رسید، وقل جاء الحق و زھق الباطل (بنی اسرائیل) یعنی وجودِ من آمد و وجودِ تو برخاست و وجودِ من حق است و وجودِ تو باطل، اینجا سِرِ نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق ۲ ع) ظاہر شود یعنی من از رگِ گردن بتو نزدیک ترم یعنی اے بندہ من تو نیستی بلکہ منم یعنی من ہستم کہ ہستی تو شدہ ام چنانچہ پیرایں فقیر فرمودہ اند ؎

غیرِ تو موجود و واجد کے بود   غیرِ تو مشہود و شاہد کے بود
غیرِ تو اینجا و آنجا کے بود   ظاہر و باطن ہمانا وے بود
گر حروفِ غیر ہستی وے بود   جز وجودِ وے وجود کے بود

اگر بخواہی بحقیقت پے بری در رباعی شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ تامل فرمائی ؎

من یکے جانم و صد ہزار است تنم (کذا)
ایں چہ جان است و چہ تن حیلگی خویش تنم
من کہ خود را دیگرے ساختہ ام ایں عجب است
کارِ ارشاد کنم آں دیگرے را کہ منم

اینجا بداں کہ تو کیستی یعنی واجب الوجود است کہ ہستی تو شدہ است، ہر کہ ایں سِر را دریافت از ہستی وہمی خلاص یافت و وجود را بحکم ان تودوا الامانت الیٰ اھلھا (نساء ۹ ع) باآں وجود کہ حق است تعالیٰ و تقدس سپرد و از غم دنیا و آخرت بیاسود ؎

چوں بدانستی کہ خاک کیستی
فارغی گر مردی ور زیستی

اکنوں بداں کہ اے ارجمند دلبند علی الدوام ایستادہ و نشستہ و خفتیدہ و پہلو تکیہ زدہ در مراقبہ بنفی خود و اثباتِ حق مشغول باش

تا دوامِ استغراق حاصل آید آنگاه از تفرقہا آزاد شود دلِ غمگیں شاد شود تنِ ویراں آباد شود ہر کارہا بر بنیاد شود، تجلیاتِ الٰہی و ترقیاتِ نامتناہی لائح گردد ؂

نظرے کن کہ غیر یک شئے نیست
گرچہ اندر ظہور اشیا رشد
لَیْسَ فی الدَّار غیرہ دیّار
دیدۂ ما بعین بینا شد

باید کہ دائماً مطالعہ فرمایند و بکس نہ نمایند شیخ طاہر را اسلام خوانند، والسّلام

مکتوب بست و دوم

هوالموجود

بعد ادا، ما وجب علی الاحباء والخدما، فقیر حقیر اضعف عباد اللہ الصمد عبدالرزاق کہ مقتبس نور از اولیا، حضور و مستغرق در مشاہدۂ ربِ غفور علی الخصوص من متکات مطلع خورشید حقیقت مرشدِ اہلِ طریقت نائبِ حضرت شاہ خلیفۂ درگاہ القطب اولیائے الزماں المستغرق بجمال الرحمٰن حضرت شیخ امان ادام اللہ امنہ و امانہ و نوّر اللہ بنورِ المعرفۃ اخوانہ و اعوانہ بحکم ان من عباد اللہ لاناس یغبطھم الانبیاء والشھداء ما ھم بانبیاء والشھداء (حدیث شریف) چوں نبوت و مراتب وے بمحض فضل اوست تعالیٰ و تقدس پس اگر حق تعالیٰ بیک بندۂ خود فضل و انعام کند و در بعضے مراتب تفضل دہد غبطۂ انبیاء مسلّم آید۔

آنرا کہ بنمود حسن عطاست ۔۔۔ و آنرا کہ نہ نمود حکم قضاست

آسمان و زمین در کار اند ۔۔۔ روشنائے ز اولیاء دارند

آں شاہاں کہ غبطہ انبیاء و شہداء اند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعمال و احوالِ ایشاں را خبر داد، ھم قوم تحابوا بروح اللہ من غیرھم ولا صلۃ بینھم و من غیر اموالٍ یتعاطوا انھا وجوھھم نور و انھم لعلی منابر من نورٍ لا یخافون اذا خاف الناس ثم قرأ "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" (یونس ۶۲) و معلوم است کہ وسیلۂ نائبانِ حضرت شاہ بر قضیہ تحابوا فی اللہ است پس در شمالِ ذوالافضال کہ حضور مدیر مرقوم فرمودہ بودند اللہ اکبر چوں ایں مدبر مقتبس انوارِ ملکوتی و جبروتی و لاہوتی از بارگاہِ حضرت شاہ والا

و از خلیفۂ مطلق امان است مقرر است کہ افاضۂ آثار ناسوت کہ ادنیٰ از ملکوتی است بحضور این فقیر خواہد بود و برادرم شیخ مبارک حافظ کلام ربانی کہ اخوت وے بایں فقیر.... بسبب و نسب ثابت است عنایت اللہ وسیلۂ بے نوا ساختہ بحاجتِ ناسوتی پیش درِ لشکرِ منصور آمدہ است امیدوارم کہ عنایتِ ملازمان درباره او مبذول گردد.

والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

مکتوب بست وسوم

هوالموجود

بحضرتِ شیخ شیوخ العصر مرشد الدہر قطب الزمان الباقی بالرحمٰن شیخ المشائخ امان ادام اللہ امانًا باللہ وماہو من غیر الا بحقِ من قال انّ اللہ فاطر السمٰوات والارض (ابراہیم ۲ع) بعد از رفع نیاز بے انداز اضعف العباد عبدالرزاق بموقف عرض مرفوع گردانید کہ مثال واجب الامثال ان مرشد المعارف والافضال با خلعتِ سعادت وخرقۂ کرامت صوری ومعنوی کہ از فیضِ عمیم ولطفِ فخیم حضرت السادات منبع السعادات قطب الاقطاب رئیس النواب ناصر الاسلام والمسلمین المخصوص برکات الجلیل سید السادات سید اسمٰعیل متع اللہ المریدین بدوامِ لقائہٖ بمعیت اخ الاعظم افصح الفصحاء خدمتِ قاضی عبدالفتاح دام فتحہ نامزد ایں حقیر بے تدبیر بود بتشریف ترین اوقات مرجو ساعات از دستِ سید السادات سید یوسف دام عالیًا بدینِ فقیر واصل متوصل گشت وہم از دست ایشانِ پوشیدہ آمد الحمد للہ علیٰ ذالک حول فقیر درا دا شکر آں حضرت ومنبع جاہ سعادت وکرامت قاصر در قصور ست بس شکر مرسل خلعت کرامت اقل قلیل است بحق من قال "وقلیلٌ من عبادی الشکور" (سبا ۲ع) التماس آنکہ چو ئند دخاص اگر توجہ بآستانہ شریف وسدہ لطیف نمودہ باشد فقیر آگاہ باید تا عریضۂ ادبار (کذا) بآں مقبل دین دار بسمع شریف رسانیدہ شود امید است کہ کہ آگاہی خواہد یافت۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب بست وچہارم

هو الموجود

بحضرتِ شیخی و مخدومی ملک العلماء وافصح الفصحاء ابلغ البلغاء الملتبی بردار المعقول والمنقول الفانی عن الانسانیت والمتخلق الالٰهیة الباقی ببقاء الصمد حضرت شیخ المشائخ شیخ محمد لازال ذاته محموداً فی الدارِ دنیا مسعوداً فی الکونین۔ خاکسار بدکردار ابوعبداللہ عبدالرزاق در موقف عرض میرسانید مثال عظام و مفاضۂ کرام حضرت مولائی و متکائی متضمن بانواع کرام و لطف وصول یافت الحمد للہ کہ بدست نہادہ بر ستارکِ دنیا گذرانیدہ اند دولتِ دو جہانے روئے نمود۔ الحمد للہ علیٰ ذالک چوں حضرت مخدومی کہ سعید الدارین والکونین اند اجازت از خانوادۂ پیرانِ چشت اہلِ بہشت ہم حاصل آمد۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بے شمار ستائشیں اور تعریفیں اُس خداوند قدوس کے لئے ہیں جس نے سراپردۂ غیب سے عرصہ گاہِ وجود کی طرف جلوہ فرمائی کی اور کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً کے دائرہ سے باہر آکر خود کو انوارِ وجود کی شکل میں ظاہر کیا۔ "عشق" کو صورتِ محمدیؐ کے ساتھ، جو تمام نسبتوں اور اعتبارات وجود کی جامع ہے، نمود بخشی اور اپنے حُسنِ لازوال کو اُس کے شوقِ جستجو میں محو کیا۔

اور ہزاراں ہزار درود و سلام حضور رسالت مآب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جن کی شان میں لَولَاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاک (اگر آپ نہ ہوتے تو یہ زمین و آسمان پیدا نہ کئے جاتے) فرمایا گیا ہے۔ اور آپ کے آل و اصحاب پر کہ اللہ پاک اُن سے خوش ہوا اور اپنی رحمتوں کے پھول برسائے۔

صلوٰۃ و سلام کے بعد، یہ بندۂ ناچیز جو اللہ پاک کے بندوں میں سب سے زیادہ کمزور اور حقیر ہے، عرض کرتا ہے کہ میرے بزرگ والد (ابا عبداللہ شاہ عبدالرزاق) نے جو مکتوبات اپنے سچے مُریدوں اور مخلص دوستوں کو ارسال فرمائے تھے میری خواہش تھی کہ میں ان بکھرے ہوئے موتیوں اور آپ کے قلم سے نکلی ہوئی عجیب و غریب باتوں کو جمع و ترتیب کی لڑی میں پروؤں، تاکہ سچی طلب رکھنے والے اصحاب، اور پُرخلوص احباب اس سے فوائد حاصل کریں اور اللہ کے فضل و کرم کی بدولت اُن کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوں۔

مکتوب اوّل

هُوَالْمَوْجُوْدُ

صاحبِ بخشش و عنایت شیخ حسین (پانی پتی) کی خدمت میں۔ (اللہ پاک اُن کی نیکیوں کو قائم رکھے اور اُن کے علم و عرفان کی روشنیوں کو پھیلائے)

اے بھائی، خدا تمھیں اپنی معرفت و محبّت سے مالا مال فرمائے، یہ جان لو کہ معرفتِ حق کی دو صورتیں ہیں ایک استدلالی دوسری وجدانی معرفتِ استدالی یہ ہے کہ انسانی ذہن پر ذاتِ الٰہی کی تجلّیات کا پرتو اپنے تمام حسن و یقین کے ساتھ اُن تمام مخلوقاتِ عالم ہیں ضو فگن ہو جو ارض و سمٰوات کے مابین ہیں، اور اُن تمام اشیائے مادی و نورانی کے مشاہدہ سے جن کو قدرت کی بہترین کاریگری کا نمونہ قرار دیا جاسکے وہ روشنی میسّر آئے جس سے اُس کے دل پر اس حقیقت کا انکشاف ہو کہ اس کے لئے ہر شئے اپنے بنانے والے پر جو بڑی حکمتوں والا ہے ایک روشن دلیل بن جائے اور یہ ایسی معرفت ہے جس کو انسان کیلئے ناگزیر کہنا چاہئے کہ اس کے بغیر مومن کے اپنے احساسِ وجود کو فروغ نصیب نہیں ہوتا اور حقیقتِ ایمان کے رشتہ کا کوئی تصوّر ممکن نہیں لیکن یہ معرفتِ عامہ ہے معرفتِ حقیقی کچھ اور ہے ۔

چو آیاتست روشن گشتہ از ذات نگردو ذات او روشن ز آیات

"یہ نشانیاں اُس کی ذات سے روشنی حاصل کرتی ہیں، اُس کی ذات ان آیات سے روشن و مبرہن نہیں ہوتی"۔

اور وہ لوگ جو اشیائے ظاہری سے بے نیازی کے ساتھ اُس کی معرفت پر استدلال کرتے ہیں وہی غیب پر ایمان لانے والے ہیں ۔

زہے ناداں کہ او خورشید تاباں ‏ ‏ ‏ بنورِ شمع جوید در بیاباں

"کیسا نادان ہے وہ شخص جو بیابان میں چمکتے ہوئے سورج کو شمع کی روشنی سے ڈھونڈھ رہا ہے۔"

معرفت حقیقی ایک وجدانی شئے ہے جس میں عارف کی اپنی ذات التباسات وجود سے آزاد ہو جاتی ہے۔ ریاضت و مجاہدے اور دوام ذکر کے واسطے سے جس کے دوران قلب و زبان پوری طرح ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور سالک "ہُواشیخ" (تصوّرِ شیخ) کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے راہِ فنا میں گامزن رہتا ہے اور منبع بقا تک پہنچتا ہے جس کے ذریعہ اللہ پاک اُسے اپنی رحمت اور اسمائے قدسی کی برکت سے ملبوسِ قدسیت سے آراستہ کرتا ہے (اور وہ ملابسِ وجود سے مکمل طور پر مبرّا و منزہ ہو جاتا ہے) یہ معرفت حق بالحق ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "عرفت ربی بربی" (میں نے اپنے رب کو اپنے رب ہی کے ذریعہ پہچانا)

رویت حق بحق شہود بود ‏ ‏ ‏ خاصہ حضرت وجود بود

"حق کے ذریعہ حق کا مشاہدہ شہود ہے اور یہی وجود ذات کا تقاضا بھی ہے"

حاصلِ کلام یہ وہ معرفت ہے جس کے ساتھ عارف یہ سمجھتا ہے کہ تمام موجوداتِ عالم نورِ حق یعنی تجلّی ذات سے پیدا و روشن ہیں اور اسی کی بدولت ہی انھوں نے مختلف شباہتوں اور شکلوں کو اختیار کیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ سوائے حق کے کوئی شئے موجود نہیں اور تمام اشیاء کی نمود اسی کے نورِ وجود کی مرہونِ منّت ہے۔ یہ خیال کہ ذاتِ حق ماسوائے عالم ہے اور عالم ماورائے ذاتِ حق ہے صحیح نہیں۔ اللہ پاک کی ذات ان سب سے بہت بلند ہے۔ میں ان تمام باتوں سے پناہ مانگتا ہوں جو خلل و گمراہی کا باعث بنتی ہیں۔ اور اس بات سے کہ قرآن پاک کی تفسیر کوئی شخص اپنی رائے سے کرے اور یہ اسکے

فضل وکرم پر منحصر ہے کہ آدمی اس نوع کی ذہنی گمراہیوں سے بچا رہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ پر ایمان لاؤ" یہ وہ ایمان لانے والے ہیں جن کے لئے کہا گیا ہے المومنون الذین یومنون بالغیب " وہ ایمان لانے والے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں" یہی وہ روشنی اور رہنمائی والے ہیں جنھیں ایمان لانے والے کہہ کر یاد کیا گیا ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ پر اس شہادت کے ساتھ ایمان لائیں جو لازمۂ ایمان ہے۔
الا انّھم فی مریۃ من لقاء ربّھم الا انّہٗ بکل شیٔ محیط۔ "بیشک یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ملاقات کے بارے میں شبہ میں ہیں جبکہ (باعتبار قدرت) وہ ہر شے پر محیط ہے۔"

محقق کو چاہئے کہ وہ ظاہری سطح پر ہر متعین شئے میں کہ درحقیقت بے تعین ہے اُس ذاتِ مطلق کا مشاہدہ کرے جو حق ہے اس لئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہر مقید (متعین) شئے میں اپنے اسما صفات کیساتھ موجود ہے جبکہ فی الاصل وہ ان اشیاء کی طرح وجودِ مقیّد نہیں بلکہ وجودِ مطلق ہے ؎

ہمہ عالم جمال حضرت اوست　　　اوجمیل وجمال دارد دوست

"تمام عالم اسی کی ذات کا حُسن ہے۔ وہ جمیل ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے"
پس اے برادرِ دینی (اللہ پاک تمھیں اپنی معرفت ومحبت کیساتھ بقا عطا فرمائے) تم جان لو کہ بلاشبہ حق سبحانہ وتعالیٰ واجب الوجود ہے اور جب اس کا وجود واجب ہے تو اُس کے ماسِوےٰ کے لئے عدم لازم ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہم سے الگ ایک حقیقت ہے" یا ہم اس سے الگ ایک حقیقت ہیں) وہ صحیح نہیں کہتے۔ ہاں وہ ماسویٰ سے پاک اور منزّہ ہے، پھر تمام ماسویٰ کو نہ اس کا غیر کہا جا سکتا ہے اور نہ اُسے اُن سے ماوریٰ قرار دیا جا سکتا ہے۔
اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "زمانہ کو بُرا نہ کہو کہ اللہ پاک ہی زمانہ ہے" جس کے یہ معنی ہیں کہ زمانے کا وجود

اللہ پاک کا وجود ہے اور یہ اس کے باوصف ہے کہ اللہ پاک ماورائے دہر اور ماورائے عالم ہے بلکہ اس سے بھی بلند ہے۔

شاید یہ سچائی ہنوز تمہاری خاطر عاطر پر واضح نہ ہوئی ہو، اس لئے اس سے زیادہ روشن دلیل پیش کرتا ہوں یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ، میں یہ نکتہ چھپا ہوا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس خیال کے ساتھ کہ تمہاری اپنی ذات بھی موجود ہے یعنی تم نے ہستی کو اپنے سے نسبت دی ہے اور اپنے طور پر یہ سمجھا ہے کہ ہم اپنی جگہ موجود ہیں، اور حقیقت مطلقہ ہم سے الگ ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب آیا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اسی کے ساتھ اپنے نفوس پر یقین رکھتے ہو اللہ پر ایمان لاؤ اور ایمانی سطح پر اس حقیقت کو تسلیم کرو کہ تمہارا وجود اللہ کا وجود ہے اگرچہ وجود مطلق کی حیثیت سے اسے تمہارے وجود کی بالکل ضرورت نہیں بالخصوص اس مبحث کے لئے، اس قول کے یہی معنی ہیں۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ "جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔" اس لئے کہ وہی اول ہے وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے، تو یہ ثابت ہو گیا کہ تو کچھ نہیں اور اگر ہے تو صرف "تو" ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اور جب تو نے اپنے نفس کو اس طرح پہچان لیا تو حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس کے حقائق وجودیت کے ساتھ پہچان لیا اور اگر یہ نہ ہوا تو پھر کچھ بھی نہ ہوا۔ باری تعالیٰ تجھ سے اور تمام موجودات سے جدا ہے

" تعالیٰ اللہ من ذالک علواً کبیرا"

ممکن ہے بات اب بھی واضح نہ ہوئی ہو اسلئے جی چاہتا ہے کہ اس سے بھی کچھ زیادہ روشن دلیل پیش کروں۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ پر ایمان لاؤ"۔ یعنی اے ایمان والو ایمان لاؤ اشیاء پر اور یقین کرو کہ یہ تحقیق اشیاء کے لئے ایک الگ اور مستقل وجود ہے اور جو حقیقت خلق ہے

وہ اس سے ماوریٰ ہے ــــــ ربّ کریم کی طرف سے جو رحمتوں کا سرچشمہ ہے خطاب کیا گیا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ، لیکن اشیاء کے وسیلے سے نہیں اس لئے کہ اشیاء "اعیانِ معلومہ ہیں" جو اپنے وجودِ اعتباری کے لحاظ سے معدومات اعین (معدوم محض) ہیں اور موجودات اس کے وجود کے ساتھ ایک سرمدی حقیقت ہیں۔ رسالت مآبؐ کا یہ قول لے اللہ ہم کو اشیاء وجود کو ویسے ہی دکھلا جیسا کہ وہ ہیں اسی طرف اشارہ کرتا ہے ؎

در نظرِ غیر عین آب نماند | محو شد قطرہ و حباب نماند

"حقیقت کو دیکھنے والی نظر کے لئے چشمہ سے الگ پانی کا کوئی وجود نہیں۔ قطرہ محو ہوا اور بلبلہ باقی نہ رہا۔"

اعیان ثابتہ اس لئے کہ ممکنات ہیں معدوم ہیں اور اعیان ممکنہ آثار وجود کی پرچھائیاں ہیں۔ وجود عین حق ہے اور وجود کی نسبت اعیان کے ساتھ نسبت اعتباری ہے اور تاثیرات تابع وجود ہیں (نہ کہ تابع اعیان) اور اس لحاظ سے اعیان معدوم ہیں اور جو معدوم ہوتا ہے وہ نہ مؤثر ہو سکتا ہے نہ فاعل۔ موجود صرف ذاتِ حق ہے اور وہی باعتبار تعین عابد ہے اور باعتبار تقیید عبد۔ اور یہ اس کے شیون ذاتیہ میں سے ہے کہ وہ باعتبار اطلاق معبود ہے، اور بلحاظ تقیید عبد اور عین عبد حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ حقیقت باقیہ ہے اس لئے کہ حقیقت عبد اس کی ذات ہے اور وہی ذات تعدّد و تکثر کی حیثیت میں جو تلبیس اور تعینات کی نسبت ہے (اس کا جامہ صفات بنتی ہیں) عالم اور مخلوقات عالم ہے پس یہ عالم ظہور سے پہلے عین حق تھا اور بعد ظہور عین عالم ہے۔

ہر شکل بتاں رہزنِ عشاق حق است | لابلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است

چیزے کہ بود ز روئے تقیید بہ جہاں | واللہ کہ ہماں ز وجہ اطلاق حق است

لہ غالب کا یہ شعر اسی حقیقت کو ایک دوسرے انداز سے پیش کرتا ہے ــــ ؎

ہے مشتمل نمودِ صور دہر وجود بحر | یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

"بُت ہر شکل میں عاشقانِ حق کے رہزن ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ تمام آفاق میں صرف ذاتِ حق ہے۔ جو چیز کہ از روئے تقیید عالم بن گئی ہے واللہ کہ وہی چیز از روئے اطلاق حق ہے۔"

سوائے خدا کے اور کوئی موجود نہیں اور بجز ذاتِ باری کے کوئی معبود نہیں ہوسکتا اسی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ وحدانیت اس کا جواب ہے اور فردا "ثنیت" اس کا پردہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اس اعتبار سے ایک واصلِ حق کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حق ہوں اور میں کہتا ہوں کہ میں سبحان ہوں اور کتنی بڑی ہے میری شان، اور جب واصل کو ذاتِ حق کا وصل میسر ہوگیا تو اب اُس کی صفتیں اللہ کی صفتیں ہوگئیں۔ ورنہ سوائے ذاتِ الٰہی کے کوئی ذات حقیقی نہیں اور وجودِ باری کے ماسوا کوئی وجود حقیقی نہیں جیسا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ قول سے بھی ثابت ہے کہ "زمانہ کو بُرا نہ کہو حق سبحانہٗ و تعالیٰ خود ہی زمانہ ہے۔"

شاید کہ ہنوز میں اپنی بات کو پوری طرح واضح نہیں کرسکا، جی چاہتا ہے کہ اس سے بھی کچھ زیادہ واضح دلیل پیش کردں۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ (حشر کے دن اپنے بندے سے کہے گا) کہ "اے میرے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی اور میں نے سوال کیا تھا تو نے مجھے دیا نہیں۔" اس سے اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ سائل کا وجود دراصل اللہ کا وجود ہے، اور مریض کا وجود اللہ کے وجود سے الگ نہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ تیرا وجود اس کا وجود ہے اور تمام اشیائے مادی، جواہر و اعراض کا وجود اس کے وجود سے الگ نہیں، اور اس طرح جب ذرات میں سے کسی ذرے کا بھید ظاہر ہوگیا تو تمام موجودات کا بھید منکشف ہوگیا چاہے وہ وجود ظاہری رکھتی ہوں اور چاہے وجود باطنی۔

مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید بات اب بھی واضح نہیں ہوئی، میں اس سے زیادہ بیّن دلیل عرض کرتا ہوں اور حقیقت وجدانی کو زبانِ قلم پر لاتا ہوں۔
حق سبحانہ وتعالیٰ نے محکم تنزیل "کلام پاک" میں فرمایا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" مفسّرین نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں "الف لام" کے معنی تمام صفات الٰہیہ کو محیط ہیں، یعنی صحفِ کائنات میں ثنا، وستائش کے جو بھی اسماء وحروف موجود ہیں وہ اپنے معانی کے اعتبار سے ان دو حرفوں میں چھپے ہوئے ہیں، پس اللہ پاک کا اشارہ اس طرف ہے کہ اس کی ذات کے سوا کوئی ذات موجود نہیں اور اس کا ہونا ممکن بھی نہیں۔ اور اگر کوئی ذات ذاتِ حق کے سوا موجود ہوگی تو وہ صفات سے خالی نہ ہوگی اسلئے کہ ہر وہ ذات جو ماورائے ذاتِ مطلق ہے وہ جہات (قرب و بُعد) اور حرکت وسکون سے خالی نہیں ہوسکتی، اس معنی میں ذاتِ انبیاء بھی اُس کی صفات سے ہے، اور جب یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ تمام صفات اللہ پاک کی صفات ہیں تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہاں کوئی ذات، ذاتِ الٰہی کے سوا موجود نہیں اور یہی میں کہتا ہوں۔
"الحمد للّٰہ" صلوٰۃ وسلام ہوں اللہ کے نبی پر اور اُن لوگوں پر جنھوں نے ہدایت کا اتباع کیا، اس سے زیادہ واضح ایک اور دلیل حوالۂ قلم کرتا ہوں "یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللّٰہ" (اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ پر ایمان لاؤ ——— اس خدا پر جو بتحقیق خالق عالم ہے اور موجود ہے تمام صفاتِ کمال سے متّصف اور نقص وزوال سے ماوریٰ ہے۔
اللہ رب العزت کی طرف سے جو رحیم وکریم ہے ایمان والوں کو خطاب ہوتا ہے کہ ایمان لاؤ اللہ پر جو خالق ہے اور موجود ہے اور تم سے جدا نہیں۔ ہر طرح کے نقص وزوال سے منزّہ اور تمام صفاتِ کمال سے آراستہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ جب تو اس طرح خدا پر ایمان لاتا ہے تو اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔

بیروں زحدودِ کائنات است دلم — برتر زاحاطۂ جہات است دلم
فارغ زتقابلِ صفاتست دلم — مرآۃ تجلّیات ذات است دلم

"میرا دل حدودِ کائنات سے آزاد اور جہات کے دائرے سے باہر ہے۔ میرا دل تقابلِ صفات سے بے نیاز ہے اس لئے کہ وہ تجلّیات کا آئینہ خانہ بن چکا ہے۔"

مکتوب دوم

هُوَالمُوجُود

رُباعی

اے صوفی خرقہ پوش مستانہ بیا
مے نوش ازیں ساغر و پیمانہ بیا
از دعوئ زہد حاصلت پندار است
بشکن تو ہمہ ایں بُت و بتخانہ بیا

"اے صوفی خرقہ پوش مستانہ وار ہماری طرف آ اور اس پیمانہ و ساغر سے مے نوشی کر — زہد کے دعویٰ سے تجھے سوائے پندار کے اور کیا حاصل ہوا اس بُت و بتخانہ کو توڑ اور ہماری طرف آجا"

حضرت سیادت پناہ، معارف آگاہ، رسولِ مقبولؐ کے نورِ دیدہ اور سیّدۂ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا‌ؓ کے لختِ جگر، بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندے سیّد سادات سیّد علی کی خدمت میں (اللہ پاک اُن کی سیادت و سعادت کو قائم رکھے اور ذاتِ حق کی لگن میں اُن کے ذوق و شوق کو بڑھائے)۔ رسومِ بندگی و شوق کی ادائگی کے بعد یہ بندۂ حقیر عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ اے میرے عزیز تم جو بہت سی خوبیوں اور خوش بختیوں کے مالک ہو یہ سمجھ لو کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے (تفرد و توحید جس کی پاک صفتیں ہیں) آدم اور ابنائے آدم کو عالم اور دوسرے اہلِ عالم پر فضیلت بخشی اور خلافت و ولایت کے منشور سے نوازا اور اس دنیا میں اُن کے ساتھ ایک بڑا لین دین کیا جیسا کہ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو اللہ پاک نے تم سے تمھارے نفوس اور اموال کو خرید لیا ہے اور اس کے بدلے میں جنّت کا سودا کیا ہے —"

(اللہ پاک جو حکمتوں والا ہے اور کارگر و کارساز ہے، صاحبِ جلال اور وسیع بخششوں والا ہے)

اس آیت کے ذریعہ اللہ پاک نے اپنے مومن بندوں کو اپنے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا ہے اور اس طرح اُس نے درستی و راستی کے ساتھ اپنے ایمان والے بندوں سے اُن کے جسموں مال و دولت کو لے لیا ہے اور اُس کے بدلے میں بہشت کی راحتوں کو اُن کے لئے مختص فرما دیا ہے۔

اب تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ایمان والوں کو فردوس کی نعمتیں مِل گئیں وہ بہشت والے بن گئے جو سچّے لوگوں کا مسکن اور عاشقوں کا وطن ہے اور اُن کے نفوس کو خرید لیا گیا، اس سے مُراد اُن کے وجود موہوم کی فنا اور ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ کے ازلی و ابدی وجود کے ساتھ اُن کی بقا ہے۔ یہ نعمت دوام ذکر سے حاصل ہوتی ہے جس کا تعلق بہت کچھ انسان کے حوصلے اور ہمّت کے ساتھ ہے۔ اور سب سے بہتر ذکر لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ ہے۔ استاذ ابوالقاسم قشیریؒ نے فرمایا ہے (اللہ پاک اُن کی خاک کو عنبریں فرمائے) کہ کسی سالک کے مشام جاں تک بُوئے سعادت نہیں پہنچی مگر ذکر کی مدد سے۔ اسی طرح کسی طالبِ حق کی رُوح کو نسیم وصال نے شگفتہ نہیں کیا مگر دوام ذکر کے ساتھ۔" شیخ علی دقاقؒ کہتے ہیں کہ ذکر منشور ولایت ہے، جس کو توفیق دی جاتی ہے اُسے مسندِ دولت پر جگہ بخشی جاتی ہے۔ اور جس سے ذکر کی سعادت چھین لی گئی سمجھ لو اُسے قبولیت کی درگاہ سے دُور کر دیا گیا ہے۔ طاعت و عبادت کے لئے کوئی نہ کوئی وقت مخصوص ہوتا ہے سوائے ذکر کے۔ جس کے لئے کہا گیا ہے اُذکرو اللہ ذکراً کثیرا۔ "کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو" ——

فضیلتِ ذکر کے سلسلے میں ایک نکتہ کی بات سنو تاکہ تمھیں ذکر کرنے والوں کے مقام اور مرتبہ کا کوئی اندازہ ہو۔ خطب الوداع (کذا) میں صدقے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایک درم کے برابر صدقہ چالیس ہزار ہاتھوں سے گذرتا ہے تو درویش تک پہنچتا ہے۔ لیکن اللہ پاک اپنی رحمت سے ان چالیس ہزار میں سے ہر ایک کو یکساں ثواب عطا فرماتا ہے۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اسے جان لے کہ اگر تمام دنیا کو سونے چاندی میں بدل دیا جائے اور تمام ریگ صحرا کو آبدار موتیوں کی شکل دیدی جائے نیز تمام سنگ ریزے یاقوت رمّانی اور لعل بدخشانی بنا دئے جائیں اور یہ تمام چیزیں تیرے تصرف میں دیدی جائیں اور تو ان سب کو راہِ خدا میں صرف کرد اور مستحقین کو بخش دے تب بھی یہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا کہ تو ایک بار خدا کو یاد کرے اور یہ کہے "یا اللہ" یا پھر "لا الہ الا اللہ"۔ ذکر عارفوں کی زندگی ہے اور طلبِ حق رکھنے والوں کی تمام مسرتیں اور شادمانیاں اس سے وابستہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے میں اُس کا ذکر کرتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے اور میں اُس سے محبت کرتا ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہوں جو میرے ذکر میں مشغول رہتا ہے اس کی مغفرت کرنے والا ہوں، میرا ذکر جس کی زبان پر آتا ہے، اور اُس کے لئے میرا دل محبّت و شوق سے بھر جاتا ہے جس کی زبان پر میرا ذکر جاری رہتا ہے اور میں اس کا قبول کرنے والا ہوں جو میرے ذکر کو دوست رکھتا ہے۔

واذکر ربک اذا نسیت "اور تو اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے" یعنی جب تو اس بات کو فراموش کر دے کہ یہ دنیا عالمِ امکان (کون) ہے اور تو اس عالم میں سے ہے یعنی تو خود کو اور اس جہان گذراں کو اور اس سے تعلق رکھنے والی سب چیزوں کو بھول جائے اور یہ اُس وقت ہو سکتا ہے جب تو اللہ پاک کو دوسری تمام اشیاء سے ماوریٰ قرار دے یہاں تک کہ وہ منزل آجائے کہ تو اپنے نفس (ذات) کو بھی اُس کی ذات سے الگ نہ دیکھ سکے۔

چوں حقیقت بنگریدم روخیالے ہم نبود ۔۔۔ عاشق و معشوق من بودم ہمیں این داستاں

"جب میں نے اس کو دیکھا تو مجھے یہ خیال بھی نہ رہا کہ میں اُسے دیکھ رہا ہوں میں خود ہی عاشق تھا اور خود ہی معشوق۔ یہ بھی ایک عجیب کہانی ہے"۔

اب تُو اے ارجمند دلبند اپنی چشمِ عرفان کو کھول اور اللہ کی طرف اپنی توجہ مبذول کر، اور یہ دیکھ کہ یہاں ظاہر و باطن اور صفات و افعال میں سوائے اُس کی ذات کے اور کوئی شئے موجود نہیں۔

اللہ نور السمٰوات والارض۔ "اللہ پاک زمین اور آسمانوں کا نور ہے" اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دے، خودی کے زنّار کو توڑ دے تاکہ تو ہستیٔ مطلق کو عیاں دیکھ سکے جو اپنی صفات کے اعتبار سے جبّار بھی ہے اور غفّار بھی ۔

گر کشائی چشمِ عرفاں اندکے فرع و اصل اینجا یکے بینی یکے

"اگر تُو ذرا دیر کے لئے اپنی چشمِ عرفان کو وا کرے تو یہ دیکھے گا کہ یہاں فرع اور اصل میں کوئی فرق نہیں دونوں ایک ہیں۔"

سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم "ہم جلد ہی اُن کے نفوس اور دُنیا جہان میں اُن کو اپنی نشانیاں دکھلائیں گے۔"

یعنی بعض لوگوں نے اس کو بصورتِ "اثر" دیکھا اور بعض نے بصورتِ "مؤثر" بعض نے اُس کے جلوؤں کو عیاں دیکھا اور بعض قلوب اس کی تاب نہ لاکر حیرت میں ڈوب گئے ۔

یکے خورشید بیند دیگرے نُور قیاسِ ہر یکے باشد زہم دُور

"ایک اور دوسرے کے قیاس میں کیسا تفاوت ہے۔ ایک خورشید کو دیکھتا ہے اور دوسرا نُور کو۔"

جو کچھ تو جانتا ہے وہ مت دیکھ اور جو کچھ تو دیکھتا ہے وہ مت جان۔ یہ راستہ اس طور پر یا اس انداز سے طے نہیں کیا جاسکتا، جان اور جاناں کے مابین کوئی فاصلہ نہیں مقصود حاصل ہے۔ اللہ پاک اس کا حوصلہ دے ۔

طبیبے بند را از من چو بکشود مرا از صحبتم پرہیز فرمود

"طبیب نے میرے دل سے جب بند کھول دیا تو مجھ سے کہا کہ میں خود اپنی

سے پرہیز کروں" اور فرمایا ؎

تو اے مسکیں کز ایشاں خوار گشتی   بدستِ خویشتن بیمار گشتی

"اے دل زدہ یہی وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے تو اس طرح حیران و سرگرداں ہے تو اپنے ہی ہاتھوں بیمار ہو گیا ہے"

تُو اپنی حدیثِ نفس ہی سے انکار و آباء کی راہ اختیار کر کہ سب سے بڑا گناہ تو یہ تیرا اپنا نفس ہے، اس لئے اسکی پیروی کو چھوڑ دینا چاہیئے اور خدا کی ذات سے قربت وابستگی اختیار کرنی چاہیئے، یہاں تک کہ سِرِّ توحید ظاہر ہو جائے، اور یہ کہ تو بجز ذاتِ حق کے کسی شئے کا ذکر نہ کرے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہستی کے ماسوا کسی چیز کو نہ چاہے۔ اور تو اس بات کو دل سے تسلیم کر لے کہ وہ ذات الذات ہے۔ یہی اللہ کے ساتھ وصل ہے اور یہی رسول کی صداقت پر گواہی دینا ہے۔

جب فقر کی یہ منزل آجاتی ہے تو گویا وہی "ھواللہ" کی منزل ہے ؎

قربِ حق دوری تست از بودِ خویش   بے زیانِ خود نیابی سُودِ خویش

"اللہ سے قربت کے یہی معنی ہیں کہ تو اپنے سے دُوری اختیار کرے، بغیر اس نقصان کے تُو اپنے فائدے تک نہیں پہنچ سکتا"

اس فقیر کے مرشد دستگیر اور اس حقیر کے پیرانِ پیر مظہرِ صفاتِ ذاتِ باری حضرت شیخ محمد مودود لاریؒ فرماتے تھے ؎

واصلے غیر آدمی کس نیست   عارفِ سِرِّ علم الاسماء

خدا کی مخلوق میں آدمی کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں جو واصل بحق ہو سکے عارف ہی وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا کا رمز شناس ہے۔ واللہ اعلم

مکتوب سوم

ھوالموجود

وقت را نامِ تو میموں می کُند   عمر را یادِ تو افزوں می کُند

"وقت کو تیرا نام سعادت بخشتا ہے اور زندگی کو تیری یاد افزونی عطا کرتی ہے۔"

شیخ المشائخ شیخ اسماعیل کی خدمت میں، جو معرفتِ الٰہی کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر چکے ہیں۔ اللہ پاک غیر اللہ اور اپنے نفس سے اُن کی عزلت کو قائم رکھے اور اپنے رب کی محبت میں اُن کے شوق کو فراوانی عطا فرمائے۔

یہ فقیر ابوعبداللہ عبدالرزّاق جو اہل اللہ کے پاپوش کی خاک ہے عرض کرتا ہے کہ ذکرِ الٰہی کو اگر تم دوست رکھتے ہو تو اپنے دل کو ہمیشہ حاضر رکھو اور صدائے غیب کی طرف ہمہ تن گوش رہو ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب "تحقیق کہ اس میں نصیحت ہے اُس شخص کے لئے جو اپنے پہلو میں دل رکھتا ہے۔ اب یہ جان لے کہ کلمۃ اللہ کے معنی یہ ہیں کہ ذات باری تعالیٰ تمام صفات کی جامع ہے، زبان فارسی میں اسم اللہ کا ترجمہ خدا کرتے ہیں اور اس ترجمے سے راحت پاتے ہیں ؎

نام خاصِ خدائے اللہ ست   عارف از شوق نامش آگاہ ست

"اللہ خداوند قدوس کا خاص نام ہے اور عارف اس بات کو جانتا ہے کہ یہ نام اس کے لئے کس قدر شوق افزا ہے۔"

جب عارف "اللہ" کہتا ہے تو واللہ، باللہ" وہ یہ بات دل کی گہرائیوں کے ساتھ جانتا ہے کہ اُس نے اللہ پاک کو اس کے تمام اسماء و صفات کے ساتھ یاد کیا ہے۔ اب یہ لازمی ہے کہ اللہ پاک کی ذات جو سراپردۂ قدم کی خداوند ہے وہی ہمہ اوست (وجود مطلق) ہے اور اس کے غیر کا کوئی

وجود نہیں۔ جب اس کا غیر معدوم ہے یعنی غیر اللہ کا فی الحقیقت کوئی وجود نہیں اس سے یہ سچائی سامنے آتی ہے کہ خدا خود قائم بالذات اور ذات الذات ہے۔

شاید یہ بات پوری طرح تمھاری سمجھ میں نہ آئی ہو اس لئے اس قول سے زیادہ معتبر اور روشن نکتہ پیش کرتا ہوں۔ تجرید و عزلت کے رہنما مشائخ کے امام اور اہل فضل و کمال کے سربراہ میرے مرشد و مولیٰ حضرت عبداللہ تلنبی سے جب اللہ کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا "خدا" اور جب خدا کے معنی پوچھے گئے تو جواب دیا "اللہ" (نیز آپ نے یہ فرمایا کہ) لفظ خدا "مرکب ہے "خود" اور "اے" سے۔ "خود" کے معنی تو ظاہر ہیں اور "اے" کے معنی بادشاہ کے ہیں اس طرح خدا کے معنی ہوئے "خود بادشاہ" یعنی (قائم و مستقیم) اللہ پاک اُن کو اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لے اور اپنی رضامندیوں سے نوازے آمین

میں جانتا ہوں کہ تم اس بات کو پوری طرح سمجھ نہ پاؤ گے اس لئے زیادہ واضح صورت میں عرض کرتا ہوں، لفظ خدا مرکب ہے لفظ "خود" سے اور "اے" سے، خود کے معنی تو روشن ہیں اب "اے" کے معنی "آئندہ" پس خدا کے معنی خود ہی سمجھ میں آنے والے کے ہیں، مجھے یہ گمان گذرتا ہے کہ یہ نازک نکتہ ابھی تک تمھارے خاطر نشان نہیں ہوا اس لئے کلام ربانی اور آیہ آسمانی سے اس کی وضاحت کرتا ہوں کہ شاید اس طرح یہ نکتہ تمھارے ذہن نشین ہو جائے کہ خدا کے معنی خود آئندہ کے کیسے ہوئے ۔۔۔

حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ جب حق آگیا تو باطل ناپید ہوگیا اور باطل تو ناپید ہی ہے" اس اعتبار سے گویا بہت زمانے پہلے قرآن نے اس کے بارے میں فیصلہ کر دیا۔ بایں معنی خدا اور جاء الحق کے معنی ایک ہی ہوئے۔ پس جو اس معنی کا انکار کرتا ہے وہ نص قرآنی کے انکار کا مرتکب ہوتا ہے اور نص قرآنی سے انکار بمنزلہ کفر ہے۔

"پناہ بخدا" اس طرح ثابت ہوگیا کہ خدا کے معنی "خود آمدہ" کے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ ہنوز تم اُس نکتہ سے پوری طرح باخبر نہیں ہوئے اس لئے کچھ اور وضاحت کرتا ہوں۔

تمام اہلِ وجدان اس بات پر متفق ہیں کہ ایک ہی "عین" ہے جو عین عالم ہے اور یہی ایک عین کہ عین عالم ہے وحدت سے متصف ہے اور اس عالم موجود کی تمام شکلیں اسی عین واحد سے پیدا شدہ ہیں۔ پس خدا کے معنی اس "خود" کے ہوئے جس نے اپنے آپ کو ان تمام صورتوں میں ظاہر کیا ہے۔ جب کہ یہ واقعہ ہے کہ وہ خود بے صورت ہے اس کی کوئی شکل نہیں۔ اب میں اس بات کو کہاں تک بیان کروں اور کتنا لکھوں۔ اگر کسی کا دل سودا زدہ اس معنی سے رم کرتا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب ——— مگر اس فقیر کا دل بار بار اس خلش سے دوچار ہے کہ ابھی تک تمھیں طمانیتِ خاطر میسّر نہیں آئی اس لئے خود کو اس نکتہ کی مزید وضاحت پر مجبور پا رہا ہوں۔

اے ارجمند دلبند جان لے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ موجود بخود قائم (بالذات) ہے اور اپنے آپ کو اپنی ذات کے آئینہ میں دیکھتا ہے اور اپنے اسماء حسنہ کے مرقع میں مشاہدہ کرتا ہے وہ اپنے اسمائے حسنہ کے ساتھ اپنے صفات و افعال سے ملتبس ہوا اور اس سے وہ موجودات جو اس کے باطن میں چھپے ہوئے تھے نمود پذیر ہوئے اور اس سے قدیم و حادث اور غیب و شہود پیدا ہوئے اور خدا نے اپنے آپ کو جیسا کہ وہ ہے ظاہر فرمایا، اور اپنے اسمائے حسنہ کو جیسا کہ وہ تھے مشاہدہ کیا اور جب تو نے یہ بات مان لی کہ خدائے تعالیٰ خود ہے اور اُس نے اپنے اسمائے کبریٰ اور صفات عالیہ کے ساتھ (موجوداتِ عالم میں) ظہور فرمایا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ خدا خود ہے اور اپنی ہستی کیساتھ قائم ہے اور دیگر اشکال وجود اس سے قائم ہیں۔

یہ بات شاید اب بھی وضاحت طلب ہے، اس سے روشن تر ایک دلیل پیش کرتا ہوں۔ اے عزیز باتمیز جان لے کہ وہ ایک ہی نور ہے جو تمام عالم میں اِدھر سے اُدھر تک پھیلا ہوا ہے نہ اس کا کوئی حصار ہے اور نہ اس کی کوئی حدود وہ بے نیاز مطلق ہے کوئی دوسرا اس کے سراپردہ کبریائی کے گرد پھٹک بھی نہیں سکتا وہ نورِ مطلق ذاتِ برحق ہے ـــــ اللہ پاک نے فرمایا ہے اللہ نور السمٰوات والارض یعنی حق سُبحانہ وتعالیٰ آسمان و زمین کا نور ہے، اور افراد عالم میں سے ہر فرد بمنزل ایک دریچے کے ہے، ان دریچوں سے اللہ پاک کا نور چھن رہا ہے اور چمک رہا ہے۔ اور جب ذاتِ الہٰی نے اپنے ازلی نور کو ان دریچوں کے ذریعہ بکھیرا ہے تو اب خدا کے یہ معنی ظاہر ہوگئے کہ وہ موجود بخود ہے۔

ممکن ہے ہنوز یہ نکتہ تمھاری خاطر عاطر میں پوری طرح نہ آیا ہو اس لئے ایک اور روشن دلیل یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں، قرآن کریم اور فرقانِ عظیم سے اس حقیقت کبریٰ کے بارے میں سنو کہ وہ کہتا ہے فاعلم انہ لا الہ الا اللہ "پس جان لے کہ نہیں ہے کوئی اِلٰہ سوائے اللہ کے"۔ یعنی فی الحقیقت کوئی موجود نہیں سوائے اللہ کے، جب عالم اور موجوداتِ عالم فی الحقیقت وجود نہیں رکھتے تو اب وہ حق تعالیٰ ہے جو خود موجود ہے اور اس عالم کی مختلف صورتوں میں اپنا جلوہ دکھلا رہا ہے۔ پس خدا کے معنی "موجود بخود" کے ہوئے۔

آنجا کہ کست یک حرف بست۔ "جہاں کوئی ہوتا ہے اس کے ثبوت کیلئے ایک حرف کافی ہوتا ہے"۔

جب قلم یہاں پہنچ گیا تو طبیعت "فقط" لکھنے پر آمادہ ہوگئی اللہ پاک تمھیں اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی حریت و صداقت کے طفیل میں غیر اللہ سے گریز اور تنہائی کی دولت سے نوازے۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب چہارم

هوالموجود

شیخ المشائخ شیخ محمد اسمٰعیل کی خدمت میں جو اہلِ قریش کے لئے باعثِ افتخار و اور بارگاہِ خداوندی میں عزت و امتیاز پانے والے ہیں ۔ اللہ پاک معرفت و عرفان کی نورانی جہتوں میں اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے انس و محبّت کی دولت سے اُن کو مالا مال کرے ۔

رسومِ تسلیم و تصدّق کی ادائگی کے بعد یہ فقیر بندہ عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ اس سے پیشتر میں اپنے اس مقصد کی وضاحت کرچکا ہوں کہ آدم و بنی آدم کی خِلقت سے جو اہم مقصد اور بڑی غرض و غایت وابستہ کی گئی ہے وہ تجارت ہے جس کے لئے انسان کو اس دُنیا میں بھیجا گیا ہے اور اسکے بعد پھر اسے واپس بُلایا جائے گا ۔

اِس تجارت کے سلسلے میں تاجروں کا سرمایہ "عمر" ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تجارت پیشہ لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے سرمایہ کی بڑے اہتمام اور التزام کے ساتھ حفاظت کرتے ہیں تاکہ اس سے نفع کمائیں اور فوائد حاصل کریں ۔ اس طرح عمر جو انسانوں کا "سرمایہ" ہے اسکے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کی جانی چاہیئے اور ایک ایک نفس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے ۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ سرمایہ ضائع ہو جائے گا ـــــــ اس حقیقت کے پیشِ نظر یہ کہا گیا ہے کہ انسان خسارے میں ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ "قسم ہے زمانے کی کہ انسان خسارے میں ہے"۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہوسکتا ہے کہ زندگی کے ایک ایک لمحہ کو جو ایک موتی سے زیادہ بیش بہا ہے اور جس کے ذریعہ سعادتِ ابدی کا حصول

ممکن ہے نفس بہ نفس ضائع کر دیا جائے۔

ہر یک نفس کہ می رود از عمر گوہر یست کاں را خراج ملک دو عالم بود بہا

"عمر کا جو لمحہ بھی گذر رہا ہے وہ ایک ایسا بیش قیمت موتی ہے کہ دونوں دنیا کا خراج اس موتی کی قیمت میں دیا جا سکتا ہے۔"

اس کی مثال اس مرد جیسی ہے جو برف بیچ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ اے لوگو اس شخص پر رحم کرو کہ جس کا راس المال برابر پگھل رہا ہے۔ انفاس معدود ہیں، جب ان گنے چنے سانسوں میں سے ایک سانس گذر گیا تو سمجھ لے کہ تیری زندگی کا ایک لمحہ بیت گیا —— اے خوش نصیب انسان جان لے کہ زندگی کا مدار انفاس پر ہوتا ہے پس جب ایک نفس ضائع ہو گیا تو تحقیق تیری زندگی کا ایک قیمتی حصہ ختم ہو گیا۔

پس غنیمت سمجھ صحت کو بیماری سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور ثروت کو مفلسی سے پہلے، شباب کو بڑھاپے سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے، آخرت کو مضبوطی سے پکڑ، اور آخرت کو مضبوطی سے پکڑنا یہ ہے کہ اپنی عمر عزیز کے بیش بہا انفاس کو ضائع نہ ہونے دے اور ایک سانس بھی ایسی نہ لے جو ذکر سے خالی ہو۔ شیخ الواصلین حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ جو سانس اندر جاتا ہے وہ زندگی کو بڑھاتا ہے اور جو باہر آتا ہے وہ مفرّح ذات ہے۔ پس ہر سانس میں دو حالتیں موجود ہیں اور ان دونوں حالتوں کی حفاظت منجملہ لوازمات ہے۔

اہل اللہ کو چاہیئے کہ جب سانس سینے کے اندر جائے تو لا الٰہ کہیں اور جب باہر آئے تو الا اللہ پکاریں اور اس طرح کسی سانس کو بھی بغیر ذکر کے نہ چھوڑیں اور مردوں کے درمیان شیر مرد کی طرح رہیں۔

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر عمل ذکر حق اور سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور طشتریؒ نے یہ کہا ہے کہ محض لا الٰہ کہنے میں کوئی ثواب نہیں۔ رُوحِ ذکر تو یہ ہے کہ تو خیال کرے

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب پنجم

هوالموجود

برادرِ دینی شیخ علی کی خدمت میں جن کو اللہ پاک نے اپنی بخشائشوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ مزید انھیں وجود کے مراتبِ اعلیٰ پر فائز کرے اور شہود کے درجات بلند تک پہنچائے۔ اس عاجز نے جیساکہ عرض کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی ہے میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ اپنے آپ کو پہچانوں پس خلقت کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ خلقتِ عالم جو عبارت ہے عقل، نفس، عرش، کرسی، سات آسمانوں، چار عنصروں اور تین موالید سے اُن کی تخلیق کا مقصدِ اعلیٰ معرفتِ حق ہے جو پاک ہے، بلند ہے اور موجود و مقصود ہے جیساکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون "اور نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر اس کے لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔" یہاں عبادت سے مُراد معرفت ہے اور حق کی معرفت موقوف ہے معرفتِ نفس پر جیساکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس سے مُراد یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو "مقامِ فنا" میں پہچانا اُس نے اپنے رب کو "مقامِ بقا" میں پہچانا —— جب تک انسان اپنے نفس کو معدوم تصوّر نہیں کرتا جمالِ حق کی تجلّیات سے محروم رہتا ہے۔

اب اے صاحب تمیز اللہ پاک تجھے توحید کے درجات بلند تک پہنچائے،

یہ سمجھ لے کہ آخر نفس کیا ہے "وہ من و تو کہنا اور "ما و او" ہم اور "وہ" جانتا ہے

ازیں کافر کہ ما را در نہاد است　　　مسلماں در جہاں کمتر فتاد است

"یہ نفسِ کافر جو ہمارے دلوں میں چھپا بیٹھا ہے اس کی وجہ سے دنیا میں مسلمان بہت کم رہ گئے ہیں"۔

اب اے حبیب ارجمند یہ بات جان لے کہ "من و تو کو دیکھنا اور "ما و او" کو جاننا ایک اعتباری امر ہے اور اپنی ذات کی حد تک کوئی وجود نہیں نہیں رکھتا، وہ ایک "نمودِ بے بود" ہے، عالم کے ساتھ عدم کا تصور حقیقی او واقعی ہے اور سچ یہ ہے کہ بوئے وجود مشامِ علم تک پہنچی ہی نہیں ہے

چیزے کہ وجودِ او بخود نیست　　　ہستیش نہادن از خرد نیست

ہستی کہ بحق قیام دارد　　　او نیست ولیک نام دارد

"جس شے کا وجود اس کا اپنا نہیں اس کو ہستی سے نسبت دینا عقلمندی نہیں۔

"وہ ہستی کہ جس کا قیام وجودِ حق کا رہونِ منت ہے وہ درحقیقت موجود نہیں اور اگر ہے تو صرف نام کی حد تک ہے"۔

پس جب اللہ پاک کہ ہر بڑائی اور بزرگی اس کو سزاوار ہے اپنے بندے کو توفیق عطا فرماتا ہے تو وہ لوحِ زمین پر خطِ "نابود" کو پڑھتا ہے اور اپنے وجود کو عدم جانتا ہے اور اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہستی عین واجب ہے" اور غایت غیرت کے ساتھ ہستی عالم ہو گئی ہے ؎

غیرتش غیر در جہاں نہ گذاشت　　　لاجرم عین جملہ اشیاء شد

"اس کی غیرت نے دنیا میں احساسِ غیریت کو باقی نہ رکھا لازماً تمام اشیاء کا وجود عین وجود بن گیا"۔

لیس فی الدار غیرہ دیار　　　دیدۂ ما بعین بینا شد

"اس دارِ وجود میں اس کے ماسوا اور کوئی بسنے والا نہیں، ہماری آنکھیں اس عین وجود ہی کے وسیلے سے ہر شے کو دیکھتی ہیں"۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف من عرف نفسہ فقد عرف ربہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ تمھیں چاہیئے کہ چاہے تم کھڑے ہو، بیٹھے ہو، غنودگی میں ہو یا تکیہ سے پہلو لگائے ہوئے ہو اپنے میں محو رہو، اور اثباتِ حق کی کوشش کرو۔ جو شے فانی ہے اُس سے کنارہ کرو اور جو باقی ہے اسکی محبت اختیار کرو ؎

پیشۂ مرد چیست نفی وجود — مرد ایں پیشہ باش تا باشی
با دو اندیشہ جمع نتواں بود — بایک اندیشہ باش تا باشی

مرد کا پیشہ کیا ہے، اپنے وجود کی نفی کرنا، جب تک تجھ سے ہوسکے اس پیشے کا آدمی بن اور مردانگی کی یہ روش اپنا لے —— دو اندیشوں (یعنی احساسِ دوئی کے ساتھ جمعیتِ خاطر ممکن نہیں)۔ جب تک تجھ سے ہوسکے ایک ہی اندیشہ کو اختیار کر، نہایت کار یہ ہے کہ تو خدا کے سوا کسی کو بھی موجود نہ مانے ؎

کیست آدم عکس نورِ لم یزل — چیست عالم موجِ بحرِ لایزال
عکس را کے باشد از نور انقطاع — موج را چوں باشد از بحر انفصال
عین نورِ بحر داں ایں عکسِ موج — چوں دوئی ایں جا محال آمد محال

آدم کون ہے؟ ازلی و ابدی نور کا ایک عکس ہے۔ عالم کیا ہے؟ ہمیشگی کے سمندر کی ایک موج ہے۔ عکس کبھی نور سے الگ نہیں ہوسکتا، اور موج کبھی سمندر سے جدا نہیں کی جاسکتی، یہ عکس اور یہ موج عین سمندر کا نور ہے، (عین بحر ہے) اس لئے کہ یہاں دوئی کا تصور من جملہ محالات ہے۔

جب حقیقت صاف اور روشن ہوجاتی ہے تو مائیت یعنی (منہیا) جو سرتاسر عارضی ہے وہ مضمحل ہوجاتی ہے اور اپنے عدم اصلی کی طرف لوٹ جاتی ہے ؎

اگر تو ہم حقیقت است حق کو — دگر حقیقت حق یک بود نے دو

اگر تو خود حقیقت ہے تو حق کہاں ہے اور حق ہے تو حق ایک ہی ہے دو نہیں

اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہٗ کی اس رباعی پر غور کرے

من یکے جانم و صد ہزار است تنم — چہ جان و چہ تن جملگی خویش تنم
خود را دگرے ساختہ ام ایں عجب است — کار ارشاد کنم آں دگرے را کہ منم

"میں ایک جان ہوں اور صد ہزار میرے قالب ہیں، کیا جان اور کیا تن ہیں تو تمام تر خود ہی ہوں" — "میں نے اپنے آپ کو دوسرا بنا لیا ہے" "یہ عجیب بات ہے کہ میں اس دوسرے سے ارشاد کرتا ہوں جو میں خود ہی کرتا ہوں۔"

فھم من فھم ومن لم یذق لم یعرف

"جس نے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے یہ ذائقہ نہ چکھا وہ نہ سمجھ سکا۔"

وَالسَّلَام عَلٰی من اتبع الھدیٰ

مکتوبِ ششم

ھوالموجود

بحضرت شیخ المشائخ شیخ محمد اسمٰعیل جو خانوادۂ قریش کے لئے باعثِ افتخار ہیں اور موجودہ عہد کے بہت محترم اور مغتنم شخص ہیں، خدا کرے کہ وہ ذکرِ مولیٰ میں ہمیشہ مستغرق رہیں اور ادنیٰ سے اعلیٰ درجات کی طرف برابر ترقی کرتے رہیں۔ آمین

رسومِ محبت و خلوص کی ادائگی کے بعد یہ بندہ حقیر عبد الرزاق احمد عرض کرتا ہے کہ دنیا ایک بحرِ عمیق ہے، ایک ہلاکت آفریں بھنور ہے۔ جو شخص اسمیں پھنس گیا وہ اس سے نجات نہیں پاسکتا، جتنا وہ اس سے گریز اختیار کرتا ہے اتنا ہی اس میں زیادہ پھنستا جاتا ہے جس کو یہ دنیا صبح میں نوازتی ہے اور شام کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ دنیا کی دلکشی ایک خرابی ہے اور اس کی رنگینی طلسمات اور بازی گری جس نے اس سے کنارہ کشی اختیار کی وہ معرفتِ حق کو پہنچ گیا اور جو اسکی ہمدمی سے الگ ہو گیا اُسے عالمِ قدس میں سانس لینے کی خوش بختی حاصل ہو گئی۔

اے ارجمند دلبند یہ جان لے کہ دنیا کی ہمدمی ترک کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس کے اسباب کو اٹھا کر پھینک دیا جائے یعنی اپنے لاؤ لشکر اور خدم و حشم سے دُوری اختیار کی جائے یا کم سونے اور کم کھانے کو بمنزلہ ریاضت تصور کیا جائے یا پھر کم گوئی اور کم آمیزی اختیار کی جائے بلکہ اس کا ترک یہ ہے اور اہلِ عشق کی ریاضت کے یہ معنی ہیں کہ وہ نفیِ غیر کے بنا ایک سانس بھی نہ لیں اور ہر نفس میں اثباتِ حق کریں، یعنی جب سانس سینے سے باہر آئے تو "لا الٰہ" اور جب سینے کے اندر سمائے تو اسے

اُسے الا اللہ کا ہمدم بنائیں تاکہ استغراق کی دولت حاصل ہو، حضرت شیخ حسین قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ریاضت یہ ہے کہ جب تو اپنے دل کو ڈھونڈھے تو اُسے یادِ حق میں مشغول پائے۔ یہ دراصل ترکِ غفلت کی طرف اشارہ ہے ؎

این ریاضت نیست کیں رنجے بری! — کم بگوئی، کم بخسپی، کم خوری
ؔ ہر چہ آں (دولت دہد) قربت دہد! — وز خیالِ غیرِ حق فرقت دہد
ؔ این ریاضت باشد اے عالیمقام — گوش کن تفسیرِ آں را زیں کلام

"یہ ریاضت نہیں ہے کہ تو اس طرح تکلیفیں اٹھاتا رہے۔ کم بولے کم سوئے اور کم کھائے"

"جو چیز تیرے لئے صحیح معنی میں دولت ہے وہ یہ ہے جو تجھے قربتِ حق عطا کرتی ہے اور غیرِ حق کے خیال سے دوری و بُعد کی طرف لاتی ہے"

"اے عالی مقام ریاضت تو یہ ہے اس کی تفسیر تجھے میرے اس کلام میں مل جائے گی۔ اب یہاں سخنِ رندانہ کو زبانِ قلم پر لاتا ہوں"——

رند وہ ہے جو دنیا میں رہتے ہوئے اس سے آزاد ہو، اگرچہ وہ ظاہر میں مخلوق کے درمیان ہو لیکن اپنے باطن میں حق کے ساتھ ہو، اپنے ظاہر کو خلقت سے وابستہ کرنا اور اپنے باطن کو حق کے ساتھ متوصّل رکھنا ابتدا میں استغراق کی یہ صورت بہت دشوار ہوتی ہے —— اگر ہمہ وقت استغراق حاصل نہ ہو تو بعض وقتوں کو اس کے لئے بہترین اوقات سمجھنا چاہئے، مثلاً اگر صبح کا وقت میسّر آجائے تو کیا کہنا یہ لمحاتِ فتح و فتوح اور قربت و ہمدمی کے لمحات ہوتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک بعض وقت نیند نہیں بلکہ تنہائی اختیار کرتا ہے تو اس کا نفس ذکرِ مولےٰ کے ساتھ زیادہ الفت و اشتغال محسوس کرتا ہے۔

حیات یہ ہے کہ ہر سانس ذکرِ مولیٰ کے ساتھ آئے اور موت یہ ہے کہ

مکتوب ہفتم

هوالموجود

شیخ الشیوخ عارف المعارف مقبولِ درگاہ خداوندی شیخ خواجہ کی خدمت میں جو صاحبِ فضیلت و تکریم شخص ہیں اللہ پاک اُن کو معرفتِ ذات (وصفات) کے ملبوس سے آراستہ کرے اور ان کے افعال و اعمال کو اپنی ذات کے نور سے منوّر فرمائے۔

رسومِ خلوص و محبت کی ادائگی کے بعد یہ بندۂ فقیر عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ آپ نے اپنے مؤدت نامہ میں حصول سعادت ملاقات کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ کی صفات و افعال کا ذکر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ اللہ پاک کی ازلی و ابدی صفات سات یا آٹھ ہیں اس لیئے اس مثل کے مطابق "قضیۃ الحق ینطق علیٰ لسان عمرؓ" کہ حق کا قضیہ عمرؓ کی زبان زبان سے ادا ہوتا ہے۔ یہ بندۂ ناچیز اللہ پاک کی ذات، صفات اور افعال کو یہاں وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ باری تعالیٰ تمھیں اپنی ذات و صفات، افعال اور قرب و وصل کی دولت سے سرفراز فرمائے"۔

اصحابِ علم و عرفان اس امر پر متفق ہیں اور اربابِ ذوق و وجدان یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہستی مطلق اور وجودِ منفرد سے عبارت ہے۔ جب ہم اللہ پاک کو جان لیتے ہیں تو وجودِ مطلق کو جان لیتے ہیں اور جب ہم حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو پکارتے ہیں تو گویا ہستی مجرد کو پکارتے ہیں، اس لیئے کہ ذاتِ حق کے سوا (جو ہستی محض اور وجود مطلق ہے) دوسرا کوئی وجود ہے ہی نہیں ــ اس کے سوا

کوئی اور نہیں، اور کوئی اور اس کے سوا نہیں ہے۔

اے صفات بیکراں تو طلسم گنج ذات گنج ذاتت گشت مخفی در طلسمات صفات

"اے کہ تیری بیکراں صفات تیری ذات کے خزانے کے لئے ایک طلسم ہیں اور تیری ذات کا خزانہ صفات کے طلسم میں پوشیدہ ہے۔"

اے ارجمند دلبند وہ ایک ہی استاد صورت گر ہے جو اُن سیکڑوں ہزاروں صورتوں کے پردے میں چھپ گیا ہے اور اُن میں سے ہر ایک کو وہ ایک خاص انداز کے ساتھ حرکت میں لاتا ہے۔

جب عنایت ازلی کا نزول ہوگا اور تیری بصیرت کو وہ نور معرفت کے ساتھ بینائی و بصیرت عطا کرے گا تو اس وقت تجھے معلوم ہوگا کہ عالم تو ایک صورت خیال سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور اس کا فاعل حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ ہے ـــــ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ افعال مخلوقات کے سلسلے کو خالق تک پہنچائے تو یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ مثلاً وہ جانور جو تیرے تیر سے مجروح ہوا ہے وہ اگر تیر سے یہ کہے کہ آخر میں نے تجھے کوئی گزند نہیں پہنچائی تو نے مجھے کیوں مجروح کیا؟ تیر جواب میں یہ بات کہے گا یہ تو کمان سے پوچھو جس نے مجھے چھوڑا ہے، کمان یہ جواب دے گی کہ یہ بات مجھ سے نہیں اُس کماندار سے پوچھو جس کے دست و بازو مجھے حرکت میں لائے، کماندار یہ کہے گا کہ یہ سوال تو میرے دل سے کیا جانا چاہیے جس نے مجھے اس حرکت پر آمادہ کیا، دل کہے گا یہ بات تو ذات باری سے پوچھنا چاہیئے جو مقلب القلوب ہے۔

پس تم جس شئے کو بھی دیکھتے ہو وہ کسی شخص کا فعل ہے اور اُسکا فاعل پردے میں چھپا ہوا ہے، جب یہ پردہ درمیان سے ہٹ جاتا ہے تو یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ نے تمھیں پیدا کیا ہے (کہ وہی خالق کل و علت العلل ہے) اب تم یہ جان سکتے ہو اور یہ بات سمجھ میں آجاتی

ہے کہ جس کا اپنا کوئی (حقیقی) وجود نہیں اس سے کوئی فعل وجود میں کیسے آسکتا ہے۔

آنکس کہ نہاں بود زما آمد و ما شد — وآنکس کہ عیاں بود زما ماؤ شما شد

"جو شخص کہ پنہاں تھا وہ ہم سے ظاہر ہوا اور ہم ہی میں مل گیا اور جو عیاں تھا وہ ہم سے الگ ہو کر ما و شما بن گیا"۔

سلطان ز سرِ تختِ شہی کرد تنزل — باآنکہ جزاو ہیچ شہی نیست گدا شد

"وہ سلطان تھا لیکن وہ خود تختِ شہی سے نیچے اُتر آیا اور اُس کے باوصف کہ سوائے اس کے کوئی "سلطان" نہیں ہے اُس نے خود کو "گدا" کی شکل میں ظاہر کیا"۔

وہ آنکس کہ ز فقر و ز غنا ہست منزہ — درکسوت فقر از پئے اظہار غنا شد

"جو وجود فقر و غنا دونوں سے منزہ اور پاک ہے وہ بتقاضائے اظہار ملبوسِ فقر میں آیا اور سراپا غنا بن گیا"۔

ہرگز نشنید است ازیں طرفہ کہ یک کس — ہم خانۂ خویش آمد و ہم خانہ خدا شد

"کسی شخص نے اس سے زیادہ کوئی طرفہ ماجرا نہ سنا ہوگا کہ ایک آدمی خود ہی اپنا گھر بنا اور خود ہی گھر کا مالک ہوگیا"۔

لا اریٰ فی الوجود الا ھو — محو شد نقش غیر و نام سویٰ

ہستیِ مطلق است وحدتِ صرف — این ہو این انت این انا

میں اس عالمِ وجود میں سوائے ذاتِ حق تعالیٰ اور کسی شے کو نہیں دیکھتا۔ میرے لئے نقشِ غیر اور ماسوا اللہ کا نام مٹ چکا ہے۔

ہستیِ مطلق وحدتِ مطلق ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں، اب وہ کون ہے، تو کیا ہے اور میں کہاں ہوں۔ بے معنی بات ہے۔

اے ارجمند دلبند سمجھ لے کہ جب خدا کا وجود اپنی یکتائی کے ساتھ ثابت ہو تو غیر کا وجود معدوم ہوگیا، وجودِ موجود تو ہرگز ہوتا ہے اور ہرگز کبھی معدوم

نہیں ہوتا ورنہ قلبِ حقائق لازم آتا ہے جو ایک امرِ محال ہے ؎

نہ آں ایں گردد و نے ایں شود آں   ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

"نہ وہ یہ ہو سکتا ہے نہ یہ وہ ہو سکتا ہے (اگر تو اس حقیقت کو جان لے تو) تمام اشکال اور ان سے پیدا شدہ اشکالات تجھ پر آسان ہو جائیں گے"۔

یہاں یہ بات سمجھ لے کہ تو کون ہے، یہ ہستی واجب الوجود ہے جو تیری ہستی بن گئی ہے جس نے اس بھید کو پا لیا اُسے اپنے ہستیِ موہوم کے تصور سے نجات مل گئی اور اس نے اپنے وجود کو اس حکم کے مطابق کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دو ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الیٰ اھلھا جس نے امانتِ وجود کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور دُنیا و آخرت کے غم سے نجات پالی ؎

چوں بدانستی کہ خاکِ کیستی   فارغی گر مردی و ر زیستی

"جب تو نے یہ سمجھ لیا کہ تیرا وجود کس مٹی سے خمیر کیا گیا ہے تو اب تو موت اور زندگی دونوں کے فکر اور غم سے آزاد ہو گیا"۔

اے دلنواز ارجمند جب تجھے یہ بات معلوم ہو گئی اور یہ حقیقت تیرے لئے تحقیق کو پہنچ گئی کہ ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ واجب الوجود اور ہستی مطلق ہے تو اب یہ جان لے کہ اس کی صفات بھی ازلی اور قدیم ہیں بعض کے نزدیک وہ صفات آٹھ ہیں یعنی علم، قدرت، حیات، سمع، بصر، ارادہ، فعل اور نطق (کلام) اس میں شامل ہیں۔

اللہ پاک اپنی صفتِ علم کے ساتھ تمام معلومات کا احاطہ کرتا ہے اور اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ تمام مقدرات میں اثر و نفوذ رکھتا ہے۔

اپنی قوتِ سماعت کے ساتھ تمام مسموعات کو سنتا ہے اور اپنی قوتِ بصارت سے تمام مبصرات کو دیکھتا ہے۔ اپنے ارادہ سے تمام مرادات کو پیدا کرتا ہے اور اپنے فعل سے تمام مخلوقاتِ عالم کو اس نے ظہور بخشا ہے۔

هواللہ الخالق الباری (المصور) لہ الاسماء الحسنیٰ

اور اپنے نطق سے تمام امر و نہی اور قصص و امثال کو بیان کرتا ہے اور اپنی ایک زندگی کے ساتھ وہ ہمیشہ زندہ ہے، جیسا کہ اس نے مختلف مقامات پر اپنے لیے ان کلماتِ صفات کو استعمال کیا ہے۔

تحقیق کہ اللہ پاک علیم ہے، "قدیر" ہے، "سمیع" ہے، "بصیر" ہے، "مرید" ہے، "حی" ہے، "متکلم" ہے اور "خالق" ہے۔

اجزائے وجودم ہمہ آں دوست گرفتہ　　نامیست زمن بامن و باقیست ہمہ از اوست

میرے وجود کے تمام اجزاء کو تو میرے اُس دوست نے لے لیا ہے اب میرے پاس تو صرف نام باقی ہے باقی سب کچھ اس کا ہے۔



مکتوب ہشتم

ھوالموجود

بحضرت خواجہ اویس جو میرے دینی بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں، بیحد صاف وشفاف دل رکھتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کی عطا فرمودہ سعادتوں سے بہرہ مند ہیں (اللہ پاک ان کی مرادوں کو بر لائے اور ان کو اولاد کی خوشیاں نصیب کرے۔

بے شمار دعاؤں اور نیک خواہشات کے بعد یہ بندۂ فقیر عرض کرتا ہے کہ عنایتِ ایزدی سے ہم سب مع الخیر ہیں الحمد للہ صحیفۂ مودت سے جو مرادات کے لئے (وجہ دوام) اور عظمتوں کا نمونہ ہیں شرفِ صدوریت سے نوازا اور کاشفِ حالات ہوا۔ بہرحال اللہ پاک کا شکر واحسان ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ باری تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق کا ثمرہ ہے کہ آپ نے کلام اللہ کی (کتابِ الٰہی) رسّی کو جسے العروۃ الوثقیٰ کہا گیا ہے مضبوطی سے تھام رکھا ہے اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی ہے چنانچہ کلام ربانی کے چند اجزا ابھی پوری درستی اور صحت کے ساتھ آپ نے یاد کر لئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک اللہ پاک کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے آپ کو اس نعمت سے نوازا۔ یوں تو ہر ذی روح کے لئے اس کے ہر نفس کے ساتھ اس کی صلاحیت کے مطابق بارگاہِ الٰہی میں ایک راہ بن جاتی ہے لیکن سب سے قریبی اور سب سے روشن راستہ جسے صراطِ مستقیم کہنا چاہیے وہ تلاوتِ قرآن ہے جو اللہ کا کلام ہے اور قدیم ہے اسے بے حرف بے زبان اور بے آواز کے پڑھنا تلاوتِ دل ہے۔ خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے وَرَتِّلِ القراٰن ترتیلا "قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو"۔

ترتیل کے معنی اس کی عظمت وبلندی کا احساس اور حضورِ قلب کے ساتھ

خدا کے لطف وعنایت کی طرف توجہ کرتا ہے۔ کلام اللہ کو لوحِ محفوظ سے مخلوق عالم کی طرف لانے کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ لوحِ محفوظ پر کلامِ الٰہی کا ہر ایک حرف کوہِ قاف سے بھی بڑا ہے۔ قرآن کو پڑھتے وقت چاہیئے کہ اس کے ہر ایک حرفِ خطاب کا مخاطب خود کو تصور کرے اور امر ونواہی میں سے جو کچھ وہاں مذکور ہو اُس کے لئے خود کو مامور اور منہی قرار دے اور وعدہ و وعید جو بھی آئے اُس کو اپنی ذات کے لئے سمجھے کہا جاتا ہے کہ جو کوئی تلاوتِ قرآن کے ساتھ معنی قرآن تک پہنچ گیا وہ خدا سے ہم کلام ہوا۔

اس سے اور آگے ترقی کرنے کے یہ معنی ہیں کہ قاری قرأت کے وقت اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ سے قریب تصور کرے اور جب وہ قرآن کی آواز کو سُنے تو یہ خیال کرے کہ یہ آواز غیب سے اُس کے کانوں میں آ رہی ہے اُس کے اپنے وجود سے اس کا کوئی رشتہ نہیں حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قاری اگرچہ اُسے دیکھ نہیں سکتا لیکن سچ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کلام کے نورانی شکل میں اپنی مخلوق کو اپنی تجلیات سے نوازتا ہے حضرت امام جعفر صادقؒ کے بارے میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک بار وہ حالتِ نماز میں بیہوش ہو گئے اور جب اس حالت سے افاقہ ہوا اور آپ سے استفسار کیا گیا تو جواب دیا کہ میں کلامِ الٰہی کی ایک آیت کو دل میں بار بار پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ میں اُس سے خود متکلم یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کی زبان سے سُن رہا ہوں اور اللہ پاک کی قدرت کے مشاہدے کے باعث میں اپنے ہوش و حواس کو باقی نہ رکھ سکا۔

عروسِ چہرۂ قرآں نقاب آنگاہ بکشاید　　　　که دار الملک ایماں را مجرد یابد از غوغا

"قرآن کے معنیٔ جمیل کی دلہن اپنے چہرے سے اُس وقت نقابِ نور الٹتی

ہے جب جلوہ گاہِ ایمان کو غیر کے شور و غوغا سے خالی پاتی ہے:۔
تم قرآن کو خدا سے سنو اور اپنے احساسِ وجود کے دائرہ سے باہر آجاؤ اور مکتب خانۂ رحمانی میں داخل ہو جاؤ جہاں یہ صدا گونج رہی ہے الرّحمٰن علّم القرآن خلق الانسان علّمہ البیان یعنی وہ رحمتوں والا جس نے قرآن سکھایا جس نے اپنی رحمت سے انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان (نطق و گویائی) عطا فرمائی“ ؎

قول باری شنو ہم از باری — کہ حجابیست صنعت قاری

”اللہ کا کلام اللہ کی زبان سے سنو کہ قاری کی صنعت گری تو اُسکے لئے حجاب ہے“

بندۂ مومن اسے گوشِ جان سے سنتا ہے اور اس کے حرف و صوت کو اس سے الگ کر دیتا ہے، حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ حرفِ قرآن و وجودِ انسان گویا توام بچوں کی طرح ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں اور حقیقتِ انسان اور حقیقتِ قرآن ایک ہی ہے اور وہی حقیقتِ اشیاء بھی ہے ؎

ہر چہ قرآن چنیں نکو داند — حافظے باشد و خوشی خواند

جو شخص کہ قرآن کو اس طرح جانتا ہے وہی دراصل حافظ ہوتا ہے اور وہی قرآن کو صحتِ تمام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب نہم

ھوالموجود

حضرت شیخ خواجہ کی خدمت میں جو دونوں جہان میں سعادت پانے والے ہیں اور جو اللہ پاک کی بخشایشوں اور روحانی برکتوں سے ممتاز ہیں، "اللہ پاک انھیں ولایت "الا" کی محبوبیت سے نوازے" وہ میرے دینی بھائی ہیں، بہت نیک اور پرہیز گار ہیں۔ باری تعالیٰ ان کو دینی امراضِ قلب سے پاک رکھے اور دو جہان میں اکرام والطاف سے نوازے۔

دعائے مشتاقانہ اور ثنائے آرزومندانہ کے بعد یہ فقیر حقیر بندہ عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ آپ کا واجب التعظیم والانامہ موصول ہوا ملاحظہ کے بعد فرحتِ کلّی میسر آئی اور میری خوشیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا اور شگوفۂ دل احساسِ مسرّت سے کھِل اُٹھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

آپ کے والانامے سے ابتداء سے انتہا تک آپ کی تحریر و مراد کے مطابق (کہ آپ بارگاہِ خداوندی کے مقرّبوں میں ہیں) دل روشن ہوا اللہ پاک کا ہزار ہزار شکر واجب ہے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جس شغل کے بارے میں لکھا گیا تھا وہ میرے دل کے ساتھ گوند کی طرح چسپاں رہے اور ذکرِ الٰہی بغیر کسی قصد و ارادے کے ہر سانس کے ساتھ جاری ہو گیا ہے اور میرا قلب وجودِ نابود کے لباس سے باہر آگیا ہے الحمد للہ والشکر علیٰ احسانہٖ اللہ پاک تمھارے قدموں کو دینِ اسلام پر ثابت اور اپنے وجود کے احساسِ فنا کے ساتھ باقی رکھے

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من اللہ جس کا سینہ اللہ پاک نے اسلام کے لئے کھول دیا

وہ اپنے رب کے نور کو پا گیا۔" حاصل گفتگو یہ ہے کہ جب ذکر کرنے والا کلمۂ طیبہ کے ذکر پر مداومت اختیار کرتا ہے اور اس میں التزام برتتا ہے تو جب وہ نفی کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اپنے ہستی موہوم کی نفی کرتا ہے اور جب اثبات کی طرف آتا ہے تو ذاتِ باری تعالیٰ کے وجود کا اثبات کرتا ہے (جو ہستی مطلق اور وجود برحق ہے) اس اثباتِ وجود کے ساتھ اس کا ذکر کون و مکان میں ذاتِ باری تعالیٰ کو بنظرِ بقا مشاہدہ کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اسم (اپنے روحانی فیوض و برکات کے اعتبار سے) تمام اسماء میں عظیم تر ہے اور یہ کلمۂ ذکر (اپنے نورانی مراتب کے لحاظ سے) فضیلت والا ہے۔

حضرت سہیل تستریؒ کا بیان ہے کہ محض زبان سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہنا تیرے لئے کسی بڑے اجر و ثواب کی بات نہیں بڑائی تو اس میں ہے کہ اس کلمہ کو ادا کرتے وقت تو یہ محسوس کرے کہ تجلیاتِ الٰہی کو تو بے نقاب دیکھ رہا ہے اور بہشت تیری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب تو اس مقام تک آگیا تو حق تیرے سامنے عین الیقین کے ساتھ روشن ہو گیا اور وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کے معنی تیرے مشاہدے کا حصّہ بن گئے اور گویا تو نے اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے نمودار ہوتا ہوا دیکھ لیا وجوہٌ یومئذٍ ناضرۃٌ لٰی ربّھا ناظرہ "بہت سے چہرے قیامت کے دن ترو تازہ ہوں گے اور خوشی سے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے" اس آیت مقدّسہ کے معنی گویا تجھ پر کھُل گئے اس طرح تیرا دل تفرقوں کے عمل سے آزاد ہو جائے گا اور تیرا غمگین دل خوشی سے ہم کنار ہوگا۔

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والعاقبۃ للمتقین "تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور عاقبت کی بھلائی پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

اور یہ جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ اس بات سے آپ کو ڈر لگتا ہے کہ کہیں

علائقِ دنیوی اور خطراتِ دِلی کے باعث یہ حالت زائل نہ ہو جائے
نعوذ باللہ منہا "میں اُن تمام خطرات اور علائق سے اللہ کی پناہ
مانگتا ہوں"۔ حضرت شیخ الواصلین شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے

بپائے طلب رہ بدانجا بری — وزانجا ببالِ محبّت پری

"جب طلب کے بازوؤں سے تو اُس منزل تک پہنچ جائے تو وہاں
سے پھر تجھے محبّت کے پَر لگا کر اُڑنا ہے"۔

طالبِ راہِ حق کو چاہیئے کہ وہ ابتدائے حال میں ذکر پر حاوی ہو جائے
جس قدر نفس ذکر سے بھاگنے کی کوشش کرے اتنا ہی تو اسے زور اور زبردستی کھینچتا
اپنے قابو میں لائے یہاں تک کہ ذکر اُس پر تسلّط حاصل کرلے۔ اس کے
بعد اگر نفس اس سے بھاگنا بھی چاہے تو اس کے لئے کوئی راہ گریز نہ
ہو، اس وقت ذکر اور ذاکر دونوں ہی گویا مذکور ہو جاتے ہیں —
ذکر ذاکر اور مذکور میں کوئی بُعد نہیں رہتا۔

تجھے آگاہ ہونا چاہیئے کہ قدرت اچھے اعمال کے اجر کو کبھی ضائع
نہیں کرتی اور اچھے اعمال کی توفیق اللہ پاک کا فضل ہے وہ جسے
بھی بخش دے۔

ذالکَ فضل اللہ یوتیہ من یشآء

واللہ ذوالفضل العظیم

مکتوب دہم

(ھوالموجود)

بحضرۃ شیخ المشائخ شیخ اسمٰعیل جو دراصل فخرِ قریش اور روحانی اعتبار سے صاحبِ دولت وعیش ہیں، اللہ پاک اُن کو اپنی نوازشوں اور بخشائشوں سے سرفراز فرمائے اور اُن کی عمر میں برکت دے تاکہ اہلِ ایمان واصحابِ طلب اُن سے ایک زمانے تک زیادہ سے زیادہ روحانی فیوض وبرکات حاصل کرسکیں۔

رسومِ تحیتہ وخلوص کی ادائگی کے بعد یہ بندۂ فقیر عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ حضرتِ ذوالجلال کی طرف سے جو ہر طرح صاحبِ قدرت وکمال ہے حضرت داؤد علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا گیا اذا رأیت لطالبا فکن لہ خادما "اگر تم کسی کو میرا طلبگار پاؤ تو اس کے لئے خدمت کا راستہ اختیار کرو" اور طالبِ حق کی خدمت یہ ہے کہ تم اسے رشد وہدایت کے وسیلے سے مجھ تک پہنچاؤ اور جس کی پیاسی روح میرے فراق میں تڑپ رہی ہے اس کو میرے شربتِ وصال سے شادکام کرو۔

اے عزیز باتمیز اللہ پاک تمھیں اپنے وصل کی دولت سے مالا مال فرمائے تمھیں جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی راہ نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں، نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں، نہ عینیت میں ہے نہ مثالیت میں، بلکہ وہ تمھارے اندر ہے، تمھارے نفوس میں ہے اب یہ دوسری بات ہے کہ تم اس کو نہ دیکھ سکو وفی انفسکم افلا تبصرون اور اس حدیث نبوی اور قولِ مصطفویؐ سے بھی یہی مُراد ہے جس میں کہا گیا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس کے معنی ہیں کہ جسنے

اپنے نفس کو مقام فنا میں پہچانتا اس نے اپنے رب کو مقام بقا میں پہچانا
جب تک فنائے نفس کی منزل ہاتھ نہیں آتی تب تک ذات باری کا
وصل بھی میسر نہیں آتا ہے

تا خودی از خدا نیابی بو   خود نباشی خدا نماید رو

جب تک کہ تو اپنی خودی سے باہر نہیں آتا تجھے خدا کے وجود کی خوشبو
تک میسر نہیں آسکتی اور جب تو خود نہیں ہوتا خدا تجھے اپنا جلوہ دکھلاتا ہے
ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا خدا کہاں ہے آپ نے
جواب میں فرمایا "اپنے ایمان والے بندوں کے دلوں میں" جس کے یہ
یہ معنی بھی ہیں کہ ایمان والوں کی ذات درحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ
کی ذات کا پرتو ہے ۔

چوں آدم را فرستادیم بیروں   جمال خویش در صحرا نہادیم

"جب ہم نے آدم کو پردۂ خفا سے باہر نکالا تو گویا اپنے جمال کی تجلیات کو
صحرائے وجود میں بکھیر دیا"
اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اللہ پاک نے آدم کو (معنوی اعتبار سے)
اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ ان اللّٰہ خلق آدم علےٰ صورتہٖ۔
اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے
کہ من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے گویا خدا کو دیکھا

المومن مرآۃ المومن

جس طرح کسی دیکھنے والے کو آئینے میں اپنا عکس نظر آتا ہے اسی طرح
کسی مومن کے چہرے یا اس کے آئینۂ جمال میں مومن حقیقی یعنی حق سبحانہٗ
و تعالیٰ کا جمال پرتو فگن ہوتا ہے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا
کہ سرّ ربوبیت کو فاش کرنا بھی بمنزل کفر کے ہے اب[1] یہ اس فقیر کی حالت

---

[1] اصل مخطوطے میں عبارت کچھ اس طرح گنجلک ہے کہ اس کے صحیح مفہوم تک رسائی مشکل معلوم ہوتی ہے۔

جذب ہے یا اس خداوند کی سعادت جو امیدوارِ حضوری بن کر بے باکانہ اس طرف آرہا ہے تاکہ اسے سعادتِ دیدار حاصل ہو جو سب سے بڑی سعادت ہے۔ اور یہ اس کی قبولیت پر منحصر ہے جو ہر بات پر قادر ہے جو وہ چاہے۔

اس دیوانے کی تحریر کی ہوئی یہ چند سطریں اپنے پاس رکھیں، اور وقتاً فوقتاً ان کا مطالعہ کرتے رہیں، اور کسی شخص کو نہ دکھلائیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب یازدہم

ھوالموجود

بحضرۃ سیّد السادات سیّد مسعود جو اپنے عہد کے بے حد شریف انسان ہیں اور جن کو اللہ پاک نے کہ مالک حقیقی و معبود تحقیقی ہے اپنے بہترین انعامات سے نوازا ہے۔ ادائے آداب نیاز مندی کے بعد یہ سگ بارگاہِ رسالت بندہ عبدالرزاق اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے۔ المرءُ مع من احب حدیث نبوی ہے کہ کل قیامت کے دن ہر آدمی اُس کے ساتھ ہوگا جس سے اُس نے محبّت کی۔ پس اگر کسی انسان کی مطلوب و محبوب شئے دنیا ہے تو اس کے حق میں اللہ پاک کی طرف سے یہ وعید آئی ہے۔ ومن الناس من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا وماله فی الاٰخرۃ من خلاق "اور انسانوں میں کچھ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں جو ہمارا حصّہ ہے عطا فرما اور آخرت میں ان کا کوئی حصّہ نہیں"۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے طلبگار ہیں اسی کی خواہش رکھتے ہیں اور آخرت کی طرف بالکل راغب نہیں ہوتے، اُس دوسری دنیا میں اُن کا کوئی حصّہ نہیں جسے آخرت کہا جاتا ہے۔ اُن کے مقابلے میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی طبیعت اس تغیر و تبدل کی وجہ سے جو حالات و معاملاتِ دنیا میں ہوتا رہتا ہے دنیا کی طرف مائل نہیں ہوتی، وہ اس سے صرف نظر کر لینا مناسب سمجھتے ہیں اور اپنی ہمت کو دار البقا کی طرف مشغول رکھتے ہیں۔ اُنھیں میں وہ لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی عطا فرما ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنہ اور یہ کہتے ہیں اور ہمیں عذابِ نار سے بچا وقنا عذاب النار۔

وہی عزت سے سرفراز اور دولت سے ممتاز ہونے والوں میں ہیں۔ یہ دنیا کو آخرت کی کھیتی مانتے ہیں۔ الدنیا مزرعۃ الاٰخرۃ

انھوں نے اس جہانِ فانی سے آخرت کے لئے توشہ حاصل کیا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اُن کو بارگاہِ خداوندی سے (جو تمام کمالات کا سرچشمہ ہے، ازلی اور ابدی ہے) پورا پورا حصّہ ملا ہے اور یہ خوش خبری دی گئی ہے اولٓئک لھم نصیب بما کسبوا انھیں کے حق میں ہے۔

"جو کچھ انھوں نے کسب کیا ہے (نیکیاں کمائی ہیں) اس میں اُن کا حصّہ ہے"، جس سے مراد یہ ہے کہ بہشت کی نعمتوں میں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ان کو حقدار بنایا گیا ہے اور یہ وہ نعمت ہے جسے زوال نہیں، جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اولٓئک لھم جنّٰت الفردوس خٰلدین فیھا "یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے جنّت ہے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اس اعزاز اور الوہی سرفرازی کا چھتر ان کے سروں پر سایہ فگن ہے اور یہی صاحبانِ امر ہیں اولٓئک ھم المتقون "یہی اہلِ زہد و تقویٰ ہیں" اسی ربّانی اعزاز کا نور ان کے چہروں کو روشن کئے ہوئے ہے۔

اور بعض ایسے افراد بھی ہیں جن کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہے اور آخرت کی طلب کو بھی وہ خواہشِ نفس ہی کا ایک اشارہ تصور کرتے ہیں اور اسطرح وہ دنیا سے بھی نفور نظر آتے ہیں۔ اور عقبیٰ کی خواہش سے بھی دوری اختیار کئے ہوئے ہیں نہ اُن کا دل کسی سے ملتا ہے۔ اور نہ اُن کی ہمّت کسی کی طرف مائل ہوتی ہے، وہ عالمِ حقیقت کے شہباز اور معرفت کے سمندروں کے غواص ہیں نہ انھوں نے اس دنیا میں اپنے لئے کچھ چاہا اور نہ اس دنیا میں اپنا حصّہ طلب کیا وہ اس عالم سے گذر گئے اور اُس عالم سے نظر پھیر لی۔ انھوں نے اس آیت روشن کا اتباع کیا والضحیٰ والیل اذا سجیٰ قسم ہے صبح کی جب اس کا نور پھیل جائے اور سوگند ہے رات کی جب کہ اسکی

تاریکیاں بکھر جائیں، اس طرح اُن کی نظر نے اندھیروں اور اُجالوں کو دیکھنے میں کوئی کمی نہیں برتی اور کوئی گمرہی اختیار نہیں کی اور گویا اس آیت شریفہ کو اپنی آنکھوں میں سرمہ کی طرح جگہ دی ماذاغ البصر وما طغیٰ وہ جنت کی نعمتوں سے بھی الگ ہوگئے اور اپنے رب کی قربتوں کو انھوں نے بصد شکر اپنے لیئے ترجیح دی اور اپنے خداوند کی بے پایاں رحمت اور بیکراں عنایت کی وجہ سے مغفرت پانے والے بن گئے۔ وہ اپنے سے دور ہوگئے اور اپنے خدا سے قریب آگئے جو عزت والا اور جلال والا ہے۔ انھوں نے دنیا سے فرار اختیار کیا اور یحبھم ویحبونہ" اللہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں" کے مقام بلند تک پہنچ گئے۔ اے اللہ تو مجھے انھیں لوگوں میں سے ایک بنادے اور اُن پاک لوگوں میں شامل کردے جن سے تو محبت کرتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آدمی اُن کے ساتھ رہتا ہے جنھیں وہ پسند کرتا ہے چاہے یہ معاملہ دنیا سے متعلق ہو چاہے عقبیٰ سے اور چاہے ان دونوں سے گذر کر۔ حق سبحانہ وتعالیٰ جو ان دونوں جہانوں کا مالک ہے ہر ایک اپنے مطلوب سے واصل ہونا چاہتا ہے۔ یہی ہوتا رہا ہے اور آئندہ ہوگا۔

اور اک ارجمند دلبند کے لیئے جو اہل اللہ کی طرف میلان طبع رکھتے ہیں یہ بڑی دولت ہے اور امید ہے کہ وہ اہل اللہ سے عشق وارادت کی وجہ سے حصولِ ذات وصفات میں کامیاب ہوں گے سچ یہ ہے کہ طلب بھی اللہ پاک کی ایک بڑی بخشش ہے۔ اور اس کا یہ بڑا انعام ہے کہ وہ کس شخص کو کس مطلوب کی طلب سے نوازتا ہے۔

من طلب شیئاً وجدہٗ وجدہٗ۔ جس نے کسی چیز کی طلب میں کوشش کی وہ اسے پا گیا۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد　　اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

"کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو عاشق ہوا ہو اور یار نے اُس کے حال پر نظر نہ کی ہو۔ اے شخص سچ یہ ہے کہ تو صاحبِ درد ہی نہیں ورنہ تیرے درد کا علاج تو موجود ہے"

وہ جامۂ ملازمت جو آپ نے از راہِ محبت میرے برادرِ عم زاد شیخ مبارک کے ذریعہ ارسال فرمایا ہے اس پر یہ فقیر اللہ پاک کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہے

الحمد للہ علیٰ ذالک

اگرچہ یہ حقیر اس جامۂ خلعت کے لائق نہ تھا لیکن چونکہ اس فرزندِ رسولؐ کی طرف سے مرحمت ہوا ہے اور اسے میرے بھائی شیخ مبارک لے کر آئے ہیں اس لئے پہن لیا۔ اللہ پاک تم کو لباسِ عافیت سے آراستہ کرے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب دوازدہم

ھوالموجود

ہزار ہزار سلام اور نوع بنوع تعریفوں کے (گلدستے) اس عزیز مکرم کے لئے ہیں جو ارباب دولت اور اصحابِ حشمت میں سے ہیں جو دونوں دنیا میں سعادت پانے والے اور دونوں جہانوں میں خوش بختیوں والے ہیں، جو صاحبِ سیف و قلم اور ناشرِ علم و عَلَم ہیں، جو رایاتِ دولت کے بلند کرنے والے اور مراتبِ ملّت کے پرچم کو مقامِ اعلیٰ پر نصب کرنے والے ہیں۔ جو بلند مرتبہ خوانین میں سے ہیں۔ منتخبِ روزگار اور عظمتوں سے بھری ہوئی بارگاہ کے خلیفہ ہیں۔ مشائخ وقت اور اولیائے زمانہ کے محبوب اور زاہدوں اور عابدوں کی دنیا کے بے حد مقبول شخص ہیں اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے مخصوص بندوں میں سے ہیں جو بے نیاز مطلق ہے، ان کا نام حضر شاہ محمدؐ ہے۔ اللہ پاک اُن کی ذات بابرکات کی تمام خوبیوں اور بھلائیوں کو قائم و دائم رکھے اور دو جہان میں اُن کا مرتبہ بڑھائے ؎

گوہرِ پاک تو از مدحتِ ما مستغنی است　　فکرِ مشاطہ چہ باحُسنِ خدا داد کند

"تیرا گوہرِ پاک ہماری ستائشوں سے بے نیاز ہے۔ مشاطہ کی فکرِ آرائش حسنِ خداداد میں کوئی اضافہ کر دے یہ ممکن نہیں۔"

دعا گویانہ تسلیمات اور مشائخانہ دعوات کے ساتھ اللہ پاک کا یہ ضعیف ترین بندہ عبدالرزاق عرض کرتا ہے اس شعر کے مصداق کہ ؎

از عدالت نہ بود دور اگر بپرسد حال　　پادشاہے کہ بہمسایہ گدائے دارد

"یہ شاہانہ عدل و انصاف سے بعید کوئی بات نہیں ہے کہ بادشاہ اس فقیر کا بھی حال پوچھ لے جو اس کے ہمسایہ میں رہتا ہے۔"

وہ نامۂ کرم جو شفقت واخلاص کا آئینہ، جواہرِ الفاظ سے مرصّع اور معنی کی موتیوں سے سجا ہوا تھا (اور جسے جناب والا نے اس نیاز مند کے ملاحظہ کے لئے روانہ فرمایا تھا) موصول ہوا، مراسمِ دعا وتسلیم کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا۔ ملازمانِ حضور کی کہ (برخور کونین ہیں اور دونوں دنیاؤں کا سررشتہ انتظام ان کی ذات والاصفات سے وابستہ ہے) خبر خیر وعافیت سے اس فقیر کا دل پھول کی طرح کھِل اٹھا اور بلبل کی طرح ترنم ریز ہو گیا۔

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحۂ قلمت — نیاز مندیٔ ما عرض کرد بر قدمت
نہ گویم از من بیدل بسہو کردی یاد — کہ در حساب نہ رفت است سہوِ قلمت
بنوکِ خامہ رقم کردۂ سلام مرا — کہ کارخانۂ دوراں مبادبے رقمت

یہ کیسا لطف وکرم ہے کہ اچانک تیرے رشحاتِ قلم نے ہماری نیاز مندیوں کو تیرے قدموں میں نچھاور کر دیا ——— میں یہ نہیں کہتا کہ تو نے مجھے بھول کر یاد کیا ہے کہ عقل کے حساب کے مطابق تیرے قلم سے کوئی سہو ہو ہی نہیں سکتا ——— تو نے اپنے قلم کی نوک سے مجھے سلام تحریر کیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ کارخانۂ جہاں کبھی تیری تحریر کے حسنِ انتظام سے خالی نہ رہے

الحمد للہ علیٰ ذالک

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرء مع من احب آدمی اُس کے ساتھ رہتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے۔ پس اے خداوند ارجمند فقراء ومشائخ کی صحبت اور عالموں وعارفوں سے تعلقِ خاطر کو عشقِ الٰہی کا وسیلہ سمجھنا چاہئیے ؎

روضۂ خلد بریں خلوتِ درویشانست — مایۂ محتشمی خدمتِ درویشانست
گنجِ عزلت کہ طلسماتِ عجائب دارد — فتح آں در نظرِ ہمتِ درویشانست

"بہشت بریں کا چمن زار دراصل درویشوں کا خلوت خانہ ہے، بلندیٔ مراتب کا وسیلہ درویشوں کی خدمت ہے ——— تنہائی کا گوشہ جو اپنے اندر ہزار

طلسمات عجائب رکھتا ہے اس کی طلسم کشائی اور فتح مندی سچ تو یہ ہے کہ درویشوں کی نظر اور اُن کی دعاؤں ہی کی بدولت ممکن ہے"۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ تھی کہ اے اللہ مجھے اپنی اور اس شخص کی محبت عطا فرما جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور جو اپنے دل میں یحبہم ویحبونہ کے نقش کو مرتسم رکھتا ہے، اس لئے کہ محبت ہی واسطۂ اتحاد ہے اور محبت کے سوا یہاں جو کچھ ہے وہ ہوا ہے (یا واہمہ) ہے اور کچھ بھی نہیں۔

اللہ پاک نے فرمایا ہے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ اور اس طرح میری بہشت میں داخل ہو جاؤ ـــــ اس سے مراد یہ ہے کہ تم میرے بندوں کے دل میں آؤ اور اس طرح میری بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ یعنی اللہ پاک نے اس طرح جنّت میں داخل ہونے کو اپنے بندوں کے دلوں میں گھر کر لینے پر موقوف رکھا ہے اور بندوں کے دل میں آنے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ کے نیک بندوں سے محبت کی جائے اور دلی تعلق رکھا جائے (یہی دلی تعلق بندوں سے ہو کر خدا تک پہنچتا ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من احب قوماً فھو منھم جس نے کسی قوم سے محبت کی وہ انھیں میں سے ہے۔

اے دلبند احمد تمھیں جاننا چاہیے کہ دنیا کی تخلیق محبت ہی کی بدولت ہوئی ہے اور آدم کی پیدائش بھی عشق و محبت ہی کا ایک بھید ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو گویا ارشادِ خداوندی کی ترجمانی ہے کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف "میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جا سکوں" ـــــ ناگاہ عشق کی بے قراریوں نے اظہارِ کمال، عرفانِ ذات اور معرفتِ وجود کے لئے اپنے شوق کی کارفرمائی سے بھیدوں کا پردہ اٹھا دیا اور (معشوق حقیقی نے) اپنی شانِ محبوبیت کے ساتھ عینِ عالم پر کہ عاشق و مُحب ہے جلوہ فرمایا

پرتوِ حُسنِ او چو پیدا شد عَالَم اندر نفس ہویدا شد

"جب اس کے حسن کی ایک جھلک نمودار ہوئی تو پلک جھپکنے میں یہ سارا عَالَم ظہور پذیر ہو گیا"

اے ارجمند دلبند اگر محبت و مودت کا واسطہ نہ ہوتا تو ہرگز یہ عالم وجود میں نہ آتا اور حقیقت "نابود" "بود" کی شکل میں جلوہ گر نہ ہوتی۔ اے اللہ اپنے نبی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی پاک اولاد اور اصحاب کی حرمت کے صدقے میں جنھوں نے تیرے عشق کے سرچشمے سے بھر بھر کر محبت کے جام پئے ہیں تلچھٹ کا ایک جرعہ محمد ناکارہ و نامراد کے حلقوم میں بھی ٹپکا دے اور مجھے اُن کے زمرۂ عشق سے سرشار کر اور اُن کے زمرے میں شامل فرما۔

اس بداعمال کی لکھی ہوئی یہ چند سطریں خاموشی سے مطالعہ فرمائیں اور کسی شخص کو نہ دکھلائیں۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب سیزدہم

(ھوالموجود)

شیخ المشائخ شاہ محمد کے نام جن کی ذات بابرکات سیادت کیلئے پناہ ہے، جو مقبولان بارگاہِ الوہیت کے مقبول بندوں میں سے ہیں اور عشقِ خداوندی اور رارادتِ الٰہی کے لئے مخصوص ہیں۔

ادائے آداب نیاز مندی کے بعد یہ بندۂ فقیر عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ (ساعت سعید میں) مودت نامۂ عالی اور صحیفۂ مکرم واخلاص موصول ہوا اور جو کچھ اس میں مسطور و مرقوم تھا وہ مجھ نیاز مند پر منکشف ہوا

الحمد للہ علیٰ ذالک

اے ارجمند دلبند یہ بات جان لو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے وصل کی دولت ذکر کی مدد اور اس پر دوام اختیار کئے بغیر میسر نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے جو میرا ذکر کرتا ہے میں اسکا ذکر کرتا ہوں، جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور جو میرا ذکر کرتا ہے میں اسکی مغفرت کرنے والا ہوں اور جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس پر رحم کرتا ہوں — اللہ پاک نے مقام تنزیل میں فرمایا ہے ذکرونی اذکرکم مجھے یاد کرو تو میں تمھیں یاد کروں گا"

جس کے یہ معنی ہیں کہ اے میرے بندے تو مجھے ہر حالت میں یاد کر کھڑے ہوئے ہونے کی حالت میں، بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں، یہاں تک کہ خواب و غنودگی کے عالم میں جہاں بھی تو ہو مجھ کو یاد کر — اُس کو یاد کرو جو تمھارا

بہترین دوست اور ساتھی ہے۔ یاد رکھو بندہ بغیر ذکر کے اچھا نہیں لگتا اور دوست بغیر دوست کی یاد کے خوب و مرغوب نہیں ہوتا۔

فضیلتِ ذکر کے بارے میں ایک بات کہتا ہوں اس کو غور سے سنو تا کہ تم یہ جان سکو کہ ذکر کا مرتبہ کیا ہے۔ خطبۃ الوداع میں صدقہ کی فضیلت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر ایک درم کے برابر صدقہ چالیس ہزار ہاتھوں سے گذرے اور اس طرح گذر کر درویش تک پہنچے تو ان چالیس ہزار افراد کو اللہ پاک اپنی رحمت سے بخش دیتا ہے۔

جب تو نے یہ بات معلوم کر لی تو اب یہ سمجھ لے کہ اگر تمام دنیا سونے چاندی میں بدل جائے اور تمام صحرا کی ریت موتی بن جائے اور تمام سنگریزے اور خزف بارے لعل و یاقوت کی شکل اختیار کر لیں ان سب کا تجھے مالک بنا دیا جائے اور تو ان کو اللہ کی راہ میں صرف کر دے تو یہ سب اس کے برابر نہیں ہو سکتا کہ تو ایک بار اللہ کو یاد کرے۔

اللہ بس است عاشقاں را" عاشقوں کے لئے تو بس اللہ کافی ہے"

تجھے چاہیئے کہ تو اپنے لوحِ دل پر نقش "اللہ" کا مطالعہ کرے اس لئے کہ خود باری تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ہے اذکرونی اذکرکم اے خداوند ارجمند تمہیں چاہیئے کہ سوادِ دل میں نقش اللہ پر نظر رکھو اور دائمی طور پر اسے اپنا وظیفہ بنا لو۔ تا کہ ذکر، ذاکر اور مذکور ایک ہو جائے اور بشریت کا کا حجاب تمہاری آنکھوں سے دور ہو جائے اور جلال و جمالِ حق کے لئے ہمیشہ حاضر و ناظر رہے۔

والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب چہاردہم

ھوالموجود

یارب بحریم نیستی راہم دہ باشد کہ شود ز نیستی کارم بہ

"اے خدا مجھے حریم نیستی کی طرف راہ دکھلا، شاید کہ نیستی کی وجہ سے میرا کام بہتر ہو جائے۔" (یعنی میں منزلِ فنا سے گذر کر مقامِ بقا تک پہنچ سکوں)

لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الظالمین "اگر میرا خداوند میری رہنمائی نہ کرتا تو میں گمراہوں کی قوم میں ہو جاتا۔"

تحیتہ وسلام کے بعد یہ بندۂ ضعیف عبدالرزاق (بارگاہِ ایزدی کی طرف سے بخشائشوں کے سزاوار اور مستحق عنایات) شیخ المشائخ شیخ اسمٰعیل کی خدمت میں عرض کرتا ہے "اللہ پاک اُن کو اپنے قرب سے نوازے اور اپنے اتحاد سے سرفراز فرمائے،" یہاں ہر طرح سلامتی وعافیت ہے۔

"الحمد للّٰہ دائما ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام تعریفیں اور ستائشیں ہیں اللہ پاک کے لئے۔" طولِ کلام کو مختصر کرنا چاہیئے اور صد سالہ راہ کو ایک ساعت بلکہ ایک آن میں طے کیا جانا چاہیئے اور وہ یہ کہ اپنے عدم (نیستی) کو اللہ پاک کے وجود میں جو ہستیِ مطلق ہے مطالعہ کرنا چاہیئے۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے خدا سے پوچھا، یارِالہ کیف الطریق الیاک تجھ تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے، اللہ پاک نے کہ بڑی رحمتوں والا ہے جواب دیا دع نفسک وتعال اے داؤد تم اپنے نفس کی پیروی ترک کر دو اور ہماری طرف آجاؤ۔

اے ارجمند دلبند خدا انھیں اپنی ذات وصفات کی طرف راہ دکھائے،

واقعہ یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام نے اپنی مناجات میں حق سبحانہ وتعالیٰ سے یہ خواہش کی تھی کہ وہ اپنے قرب ووصل کی راہ کی طرف اُن کی

رہنمائی کرے اور یہ پوچھا تھا کہ اے خدا تجھ تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے جس کے جواب میں اللہ پاک نے جو عزت والا ہے اور جس کا کلام سچا ہے فرمایا کہ اے داؤد اپنے نفس کو تلانجلی دے دو (چھوڑ دو)

اے عزیز باتمیز تم یہ سمجھ لو کہ "دع" عربی زبان میں صیغہ امر ہے اور اس کے معنی ترک کرنے کے ہیں اور نفس کو ترک کرنے سے یہ مراد ہے کہ "من و تو" کہنے اور "تو واد" جاننے سے انکار کیا جائے اسی طرح "تعال" بھی امر ہے اور اسکے معنی آنے کے ہیں۔ اب تمھیں گوش وہوش کے ساتھ یہ سننا چاہیئے کہ تم اپنے نفس سے چھٹکارا حاصل کرو۔

نفس کے بارے میں تم اس سے پہلے جان چکے ہو، اور ترکِ نفس کے یہ معنی بھی تم سمجھ چکے ہو کہ اس کا مطالعہ تمھیں نفی کے اعتبار سے کرنا ہے۔ اس لئے کہ "منی و مائی" یعنی میں ہوں اور یہ میرا ہے یہ وہ خطرۂ خاطر ہے جو اس مقام تک پہنچنے سے پہلے دل سے رخصت ہو جانا چاہیئے، اور درحقیقت وہ کوئی چیز ہے بھی نہیں تم اس کا مطالعہ فنا کی نظر سے کرو اور لا الٰہ پر یقین رکھو کہ کوئی یا کچھ بھی موجود نہیں اور تعالیٰ کے معنی الا اللہ کے مقام تک آنے کے ہیں (جو ایک بڑی سعادت ہے)۔

گرچہ بود او لا ترا نیّت — نفی اشراک در الوہیت
ایں دم از غیر نفی بود کنی — محو اشراک در وجود کنی
با خدا در بلندی و پستی — کس نیابی شریک در ہستی
لب کشاید نہنگ لا و بدم — دو جہاں را کشد بہ کتم عدم
من و ما را برد تمام فرو — بر سر آرد ز قعر گوہر او

"اگرچہ او لا تیری نیت یہ تھی کہ تو الوہیت میں اشراک یعنی شرک کے تصوّر سے انکار کرے، اب تیرے لئے یہ ضروری ہے کہ تو کسی غیر کے موجود ہونے کی نفی کرے اور اس طرح وجودِ مطلق کے تصوّر کو شرک کے خیال سے

پاک کر دے ــــــــ خدا کی قسم یہاں بلندی و پستی اور آسمان و زمین میں کسی کو بھی ہستی یا وجودِ مطلق میں شریک نہیں کیا جا سکتا ــــــــ "لا" ایک نہنگ کی طرح سے اپنے لبوں کو کھولتا ہے اور اپنے جبڑوں کو وا کرتا اور ایک ثانیہ میں دونوں دنیاؤں کو پردۂ عدم میں کھینچ لیتا ہے ــــــــ "میں" اور "ہم" دونوں ہی کو سر تا سر نگل جاتا ہے جس کے بعد ہستی کے گہرے سمندر سے جو چیز بر آمد ہوتی ہے وہ "ہو" کا موتی ہے یعنی وحدتِ مطلق ہے جو اپنا جلوہ دکھلاتی ہے۔

جب کوئی سالک اس حقیقت سے آگاہی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر پر استقامت و دوام اختیار کرتا ہے تو سوائے وجود باری تعالیٰ کے اُس کی نگاہِ شہود میں کچھ اور نہیں رہتا، اب اس کے آگے کوئی منزلِ سفر نہیں وہ الا اللہ کی سیر سے تمام تر ثبات و طمانیت حاصل کرتا ہے اور جب سالک اس بھید سے پوری طرح واقف ہو جاتا ہے تو وہ اپنے نابود ہونے کی زحمت سے بچ جاتا ہے یعنی لا کے آئینے میں جب اسے الا اللہ کا جلوہ صاف صاف نظر آ جاتا ہے تو اس روشن و شفاف حقیقت تک پہنچنے کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ وہ تلاشِ حق میں مزید راہِ سلوک طے کرے یا اپنے سے نظر ہٹائے اس وقت فقط اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا آئینۂ دل زنگار سے صاف ہو۔

اس طرح جب سالک خود کو زنگارِ خودی سے پاک کر لے گا اُس وقت آفتابِ حقیقی کا پرتو اس کے چہرۂ وجود میں جھلکے گا ؎

چوں چشم باز کردم روی روحِ تو دیدم (کذا)
تا گوش باز کردم آوازِ تو شنیدم

"جب میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو تیرا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے تھا، اور جب میں نے اپنے کان کھولے تو ہر طرف سے تیری آواز سنی۔"

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہم وجود میری آنکھوں کے لئے حجاب نہ بنے تو "خیال و گمان و وہم" کا طلسم میرے لئے ٹوٹ چکا ہے۔ میں دیدارِ دوست سے

کسی لمحے بھی محجوب و محروم نہیں اور اس کا جلوہ کبھی بھی میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔

رُباعی

روزے کہ بسودم و نمیدانستم | شب با تو غنودم و نمیدانستم
ظن بردہ بخود کہ من بودم من | من جملہ تو بودم و نمیدانستم

"جب میں تیری بارگاہ میں سجدہ ریزیاں کر رہا تھا تو یہ نہیں جانتا تھا — اسی طرح رات کو جب میں تیرے ساتھ محوِ خواب تھا تو بھی مجھے یہ معلوم نہ تھا — میرا خیال تھا کہ میں بہر حال میں ہوں — جبکہ میں تمام تر تیرے ہی وجود کا حصّہ تھا مگر مجھے یہ معلوم نہ تھا"

میرے نفس نے مقامِ عوام میں یہ گمان کیا تھا کہ اس کا مستقبل میں کوئی وجود ہے لیکن جب میں یقین کی منزل تک پہنچ گیا تو معلوم ہوا کہ میری یا میرے نفس کی کوئی ہستی نہیں جو کچھ ہے وہ معشوق ہی کا وجود ہے۔

ہستی کہ بحق قیام دارد | او نیست ولیک نام دارد

"جو ہستی کہ وجودِ حق کے ساتھ باقی رہتی ہے ظاہر میں اُس کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہاں اُس کا نام ضرور رہتا ہے — (یعنی حق کے سوا کوئی ہستی اپنا وجود ہی نہیں رکھتی اور جس پر ہستی کا گمان ہوتا ہے وہ ہستی نہیں ہے صرف ہستی کا نام ہے)

جب سالکِ راہِ حق اس مطالعہ میں استغراق اختیار کر لیتا ہے تو سوائے نُورِ حق کے کوئی دوسری شئے اس کی نگاہِ شعور میں جلوہ گر نہیں ہوتی اور اس وقت وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے معنی سمجھ لیتا ہے۔

"اے اللہ مجھے نُور بنا دے" اَللّٰھُمَّ اجعلنی نوراً

وہی رشد و ہدایت کی راہ دکھلانے والا ہے اور عشق و ارادت میں مضبوطی و ثبات بخشنے والا ہے، میرا کوئی اِلٰہ سوائے میرے رب کے نہیں ہے اور وہی میرے لئے کافی ہے۔ والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ

مکتوب پانزدہم

ھوالموجود

بحضرت شیخ الشیوخ عارف باللہ مکرم بارگاہِ اللہ شیخ حبیب اللہ متوطن قصبہ "سنبھٹا"، جن کو بارگاہِ خداوندی سے (کہ وہ ہدایت کا سرچشمہ ہے اور جس کی ذات بے مثل و یکتا ہے) کونین کی سعادتوں سے نوازا گیا ہے اللہ پاک اُن کی ذات کو ہمیشہ دین و دنیا میں اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ پسندیدہ سے آراستہ رکھے۔

کاتبِ تحریر بندۂ فقیر عرض پرداز ہے کہ یہاں تمام امور بعافیت و خیر ہیں یہ اللہ پاک کا احسان ہے جو اپنے بندوں پر ہمیشہ فرماتا ہے۔ اور حضرت والا کی ذاتِ بابرکات کی سلامتی اور امورِ مختلفہ کی باقاعدگی حق سبحانہ و تعالیٰ کے لطف و کرم سے مطلوب ہے۔ گرامی نامۂ عالی جو ارسال فرمایا گیا تھا (مبارک لمحات میں) موصول ہوا، الحمد للہ علیٰ ذالک آئندہ بھی اس سلسلے کو اسی طرح جاری رکھیں تاکہ انشراحِ خاطر کا باعث ہو۔ حضرت ابوالقاسم تستری نے اللہ پاک اُن کی خاک کو عنبریں فرمائے کہا ہے لا یصل احدٌ الی اللہ الا بدوام الذکر کوئی شخص بجز دوام ذکر کے عرفانِ ذات حاصل نہیں کر سکتا یعنی کسی سالک کے مشامِ جان میں سعادت کی خوشبو مدد ذکر کے بغیر نہیں پہنچ سکتی اور کسی محبت کرنے والے دل کے لیئے ثباتِ ذکر کے بغیر نسیم وصال اہتزاز اختیار نہیں کرتی اسی لیئے بزرگوں نے فرمایا ہے الذکر منشور الولایۃ "ذکر منشورِ ولایت ہے" یعنی جس کو دوامِ ذکر کی توفیق عطا کی گئی اُسے چار بالش عزت پر متمکن کیا گیا۔ اور

ے اصل مخطوطے سے نقل کرنے والے نے اس موقعہ پر یہ نگارشہ دیا ہے کہ یہاں اصل مکتوب کا ایک ورق غائب ہے جب کہ مضمون مکتوب گذشتہ بظاہر ختم ہو گیا ہے۔

(پناہ بخدا) جس سے ذکر کی توفیق چھین لی گئی اُسے درگاہِ قبول سے دُور کر دیا گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہوتی ہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر گذر کیسے جاتا ہے۔

فضیلتِ ذکر کے بارے میں ایک نکتہ عرض کرتا ہوں تاکہ تجھے ذکر کرنے والوں کے مقاماتِ بلند کا عرفان حاصل ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبۃ الوداع میں صدقے کی بڑائی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر ایک درم صدقہ چالیس ہزار ہاتھوں سے گذر کر کسی فقیر کو پہنچتا ہے تو اللہ پاک اپنی رحمت سے سبھی کو بخش دیتا ہے۔ جب تجھے یہ بات معلوم ہو گئی تو اے دلبند ارجمند جان لے کہ اگر صحرا میں پھیلے ہوئے ریت کے تمام ذرّے موتیوں میں بدل جائیں اور تمام سنگریزے یاقوت رمانی اور لعل بدخشانی ہو جائیں اور اس کے ساتھ تمام دنیا کے سونا چاندی کے ذخیروں کو تیری ملکیت قرار دے دیا جائے اور تو انھیں راہِ خدا میں صرف کر دے تو یہ سب اس کے برابر نہیں ہو سکتا کہ تو ایک بار خدا کو یاد کرے۔ عارفوں کی زندگی اُس کے نام سے ہے اور اُن کی تمام خوشیاں اس کے یاد سے متعلق ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارگاہِ خداوندی سے مجھے یہ ارشاد ہوا ہے کہ اے محمدؐ میں نے تیری امّت کو وہ نعمت عطا فرمائی ہے جو اس سے پہلے کسی اُمّت کو نہیں دی گئی۔ میں نے عرض کیا بار الٰہ وہ کونسی نعمت ہے اللہ پاک نے فرمایا کہ جب تم میرا ذکر کرتے ہو تو میں تمھارا ذکر کرتا ہوں۔ فاذکرونی اذکرکم۔

فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم اللہ پاک کا ذکر کرو چاہے تم حالتِ قیام میں ہو چاہے حالت قعود میں ہو اور چاہے تکیے کے سہارے بیٹھے یا لیٹے ہو۔ غرض کہ اللہ پاک کو یاد کرتے رہو خواہ تم سفر میں

ہو خواہ حضر میں ہو، خواہ حالت صحت میں ہو اور خواہ بیماری میں جس حالت میں بھی ہو اور جہاں بھی ہو اُس دوست کو یاد کرکہ بندہ ذکرِ حق کے بغیر بھلا نہیں لگتا اور دوست بغیر یادِ دوست کے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

حضرت شیخ الواصلین شیخ سعدی علیہ الرحمۃ والغفران نے فرمایا ہے۔

"ہر نفسے کہ فرو میرود ممدِ حیات است وچوں برمی آید مفرحِ ذات پس در ہر نفسے دو حالت موجود است"

"جو سانس سینے میں جاتی ہے وہ زندگی کو بڑھاتی ہے اور جب سینے سے باہر آتی ہے وہ مفرحِ ذات ہوتی ہے۔ پس ہر سانس میں دو حالتیں موجود ہیں" (اور ہر حالت پر خدا کا شکر واجب ہے) بندے کو چاہئے کہ ان دونو حالتوں کی نگہداری کو اپنے لئے ضروری خیال کرے اور اس کا التزام رکھے کہ ایک سانس بھی بغیر ملاحظۂ ذکر کے نہ رہے۔ جب سانس سینے سے باہر آئے تو لا الٰہ کہے اور جب سانس سینے میں جائے تو الا اللہ کو اس کا ہمدم بنائے تاکہ ذکر نفس نفس اور رگ رگ میں بل جائے، تیری زندگی سے ہم آہنگ ہو جائے اور ہر ذرۂ تنگ سے یہ نعرہ بلند ہو ؎

چناں در اسم او کن جسم پنہاں   کہ میگردد الف در بسم پنہاں

"اس کے اسم میں اس طرح اپنے جسم کو پنہاں کر دے کہ جیسے الف بسم اللہ میں چھپ جاتا ہے"

تاکہ ذکر کی برکت سے ذکر کرنے والا خود ذکر بن جائے اور ذکر مذکور ہو جائے وہ تجھے تجھ سے لے لے اور جمالِ حقیقی تیرے ذہن اور زندگی میں پرتو فگن ہو ؎

آفتاب وجود کرد اشراق   نورِ او سر بسر گرفت آفاق
سر بروں کرد پرتوِ خورشید   در تنزّل زہر دریچہ و طاق
دیدۂ وام کن ز خالقِ خلق   تا بہ بینی بدیدۂ خلّاق
کہ بجز او نیست در سرائے وجود   بحقیقت دگر کسے موجود

"جب آفتابِ وجود جلوہ گر ہوا تو اُس کا نُور تمام عالَم میں اِدھر سے اُدھر تک پھیل گیا اور حقیقت کے سورج کا نور حالتِ نزول میں ہر غرفے ہر دریچے اور ہر طاق سے پرتو فگن ہو۔ تو خلقت کے خالق سے وہ نگاہ مستعار لے لے جس کے وسیلے سے تمام انفس و آفاق کو خلّاق کی نظر سے دیکھ سکے۔ سچ یہ ہے کہ اس سرائے وجود میں سوائے اس کی ذات کے کوئی اور موجود ہی نہیں۔

سالک کو چاہیئے کہ وہ کچھ عرصے تک کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی تکرار جیسا کہ بندے نے عرض کیا استقامت اختیار کرے تاکہ وجود اور ذاتِ مطلق کا نُور اُس کے باطن کو روشن کر دے۔ اور اشیاء کا وجود جو محض وہم و خیال ہے اُس کی بصیرت دل و نگاہ سے دُور ہو جائے اور سوائے ہویت (وحدۃ مطلق) کے اُس کے دیدۂ شہود کے سامنے کچھ اور نہ رہے ؎

نظرے کُن کہ غیر یک شئے نیست — گرچہ اندر ظہور اشیاء شد
لیس فی الدّار غیرہٗ دیّار — دیدۂ ما بعین بینا شد

"آنکھیں کھول کر دیکھ کہ یہاں غیر کا وجود ہے ہی نہیں، اگرچہ عالمِ ظہور میں اُس نے مختلف اشیاء کی شکل اختیار کر لی ہے ــــ اس دارِ امکان میں سوائے اس کے کوئی مکین نہیں اور ہماری آنکھیں "عین حق" ہی کی بدولت بینا ہوئی ہیں۔"

وَالسَّلَام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مکتوب شانزدہم

ھوالموجود

بحضرت سید السّادات منبع السّعادات سید علی خاں جن کی ذات نیکیوں اور ارادتوں کا سرچشمہ ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے ہیں۔

بندۂ فقیر عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ ایک بار عارفانِ ربّانی کے سرتاج حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلوت خانۂ دل میں مکاشفے کی غرض سے کمندِ شوق کنگرۂ کبریائی پر ڈالے ہوئے تھے اور اپنے حجرۂ جان میں آتشِ عشق کو بھڑکائے ہوئے تھے اس عالم میں آپ نے بڑے عجز و درماندگی کے ساتھ زبان کھولی اور کہا اے خدا مجھے اپنا وصل نصیب فرما، اے بارِ الٰہ میں کب تک تیری آتشِ فراق میں سوزاں اور گریاں رہوں، تو مجھے اپنی شرابِ وصل سے شادکام کر۔ بارگاہِ خداوندی سے ندا آئی کہ اے بایزید تو ابھی اپنے ہی جیسے انسانوں کی پیروی کر رہا ہے اور تیرا نفس تیری پناہ میں ہے (تو نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنے انسانی وجود میں پناہ دے رکھی ہے) اگر تو یہ چاہتا ہے کہ ہم تک رسائی حاصل کرے تو اپنے نفس کو چھوڑ دے اور ہماری طرف آجا "دع نفسک و تعال"۔

اب اے ارجمند دلبند یہ جان لے کہ آخر نفس ہے کیا، نفس کے معنی ہیں "من و تو" کہنا اور "ما و او" (ہم اور وہ) کو جاننا جب تک تو (صرف) اپنے وجود کو جانتا ہے خدا سے دُور ہے اور اس کی جُدائی کے باعث مہجور لیکن جب تو خود کو جاننے کے بجائے ذاتِ حق کو جانتا اور پہچانتا ہے تو پھر تو واصل اور کامل ہے ؎

پیشۂ مرد چیست نفیِ وجود	باہمیں پیشہ باش تا باشی
با دو اندیشہ جمع نتواں بود	بایک اندیشہ باش تا باشی

"مرد کا صحیح پیشہ کیا ہے، اپنے وجود کی نفی کرنا، جب تک تجھ سے ہو سکے خود کو مردانگی کے اس رویّہ سے وابستہ رکھ۔"

"احساسِ دوئی کے ساتھ دل جمعی کا تصور ممکن نہیں، اس لئے دو اندیشوں کو چھوڑ اور ایک اندیشے کے ساتھ استقامت اختیار کر۔"

جب تو اپنی ہستی کے بجائے حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی کے تصوّر کو ہر وقت ہر جگہ پیش نظر رکھے گا تو من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں گے۔ یعنی جس نے اپنے نفس کا مطالعہ بنظر فنا کیا اور حقیقتِ حق کو بنظرِ بقا دیکھا اس نے گویا اس حالت (حدیث) کے معنی سمجھ لئے۔ اب جیسے جیسے یہ حالت استغراق کی صورت اختیار کرے گی تجھ پر ھو اللہ کے معنی واضح ہو جائیں گے۔

"اذا تم الفقر ھو اللہ"

جب فقر مکمل ہو گیا تو ہو اللہ کا مقام آگیا

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مزید براں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ہر قدرت و فعل جو مظاہر عالم میں کسی سے ظہور پذیر ہوتا ہے سچ یہ ہے کہ تمام مظاہر میں قدرت و فعلِ حق کا ظہور ہے ان کا اپنا نہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فرمایا ہے لا فعل العین بل منتسب الیھا کوئی فعل بھی فعل عین نہیں ہے بلکہ اس سے نسبت رکھنے والا فعل ہے"، پس بندے کے فعل و قدرت کی نسبت باعتبار ظہور، حق کے ساتھ ہے اور باعتبار اشکال بندے کے ساتھ اس کے نفس یا عین کے ساتھ اسے کوئی نسبت نہیں واللہ خلقکم وما تعملون "اللہ پاک نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمھارے اعمال کو بھی"' اسے پڑھو اور یہ سمجھو کہ اس کی ذات سر چشمۂ صفات و افعال ہے ؎

چوں ذات تو منفی بود اے صاحب ہش
از نسبتِ خود باش بافعال خمش

شیرین مسیلمہ (کذا) شنو مکن روئے ترش
ثبت العرش اولاً ثم الانقش (کذا)

"اے صاحب عقل وہوش تیرا وجود تو نفی محض ہے اس لئے تجھے اس دعوے سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے اور خاموش رہنا چاہیئے کہ تیرے افعال تیری ذات سے نسبت رکھتے ہیں۔"

"جو لوگ مسیلمہ کی طرح دعوئے باطل رکھنے والے ہیں ان کی سنتے رہو اور ترش روئی اختیار نہ کرو۔ اس لیئے کہ اللہ پاک نے پہلے عرش کو بنایا اور ثبات عطا فرمایا پھر اس کے بعد انقش (کذا) کی نوبت آئی۔"

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

ہر ایک سے سلام و دعا کہنا۔ شیخ احمد۔ معین الدین اور دوسرے اعزا و احبا کو سلام و دعا کہیں۔

مکتوب ہفتدہم

ھوالموجود

بحضرت شیخ المشائخ شیخ احمد و شیخ معین الدین و سیّد السّادات شاہ سیّد محمد اللہ پاک اُن کی روحانی صفات اور مشائخانہ بزرگیوں کو باقی رکھے۔ کاتب الحروف بندۂ فقیر عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ یہاں تمام امور بعافیت و خیر ہیں۔

الحمد للہ دائماً اللہ پاک کا ہزار ہزار شکر

مکتوب شریف پہنچا کاشفِ حالات ہوا، تم نے لکھا ہے کہ تمھاری آنکھیں گویا اعضاء میں سب سے بہتر ہیں کہ رُوئے مبارک کی دید میں مشغول رہتی ہیں یہ بڑی دولت ہے اس لئے کہا گیا ہے ؎

در مسندِ فقر چوں ببینی شاہے! زاسرارِ حقیقت بیقیں آگاہے
گر نقش کنی بلوحِ دل صورتِ او زاں نقش بنقش بند یابی راہے

"جب تو کسی مسندِ فقر پر کسی روحانی بادشاہ کو دیکھے جو اسرارِ حقیقت سے پورے یقین و اعتماد کے ساتھ آگاہ ہو ——— تو لوحِ دل پر اس کی صورت نقش کرلے اس نقش کی مدد سے خود نقش بنانے والے تک تیری رسائی ہو جائیگی

ذکر و شغل کا طریقہ اور توجہ حق کا اسلوب یہ ہے کہ جب سالکان طریقِ حق اس راہ پر گامزن ہوتے ہیں اور اشتغال اختیار کرتے ہیں تو اوّل اس شیخ کی صورت کو جس سے یہ نسبت شریفہ انھوں نے حاصل کی ہے اپنے تصوّر میں لاتے ہیں اور آنکھیں بند کر کے اس صورت کو ملاحظہ کرتے ہیں یہی عمل انھیں خدا تک پہنچانے کا وسیلہ بن جاتا ہے چاہے وہ دوسرے اعمال

جیسے نماز، روزہ اور ریاضت و مجاہدے پر (بظاہر) التزام نہ رکھتا ہو اسی کے ساتھ دینی و دنیوی سطح پر جو مشکل رونما ہوتی ہے۔ خطرات دماغ پر اثر ڈالتے ہیں۔۔ اسے پورے ادب و احترام کے ساتھ وہ اس صورت شیخ کے حضور میں پیش کرتا ہے تو وہ خطرہ دور اور وہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔

سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے اپنی صفات نیاز عجز و درماندگی کے ساتھ اس صفتِ بقا کو طلب کرے اور چاہے کھڑے ہونے کی حالت ہو چاہے بیٹھے رہنے کی اور چاہے پہلو سے تکیہ لگائے ہوئے ہو ہر صورت میں مشغولِ ذکر رہے تاکہ ذاکر، ذکر اور مذکور ایک ہو جائے۔

خوش آنکہ دلت زذکر پُر نور شود ۔۔۔ در پرتو آں نقش تو مقہور شود
اندیشۂ کثرت زمیاں دور شود ۔۔۔ ذاکر ہمہ ذکر و ذکر مذکور شود

"بہتر یہ ہے کہ تیرا دل ذکر الٰہی سے پُر نور اور اس کے پرتو سے تیرا اپنا نقشِ وجودِ بے معنی و نابود ہو جائے۔۔۔ کثرت کا خیال تیرے دل سے محو ہو اور اس کے نتیجے میں ذکر اور ذاکر اور مذکور ایک ہو جائیں۔"

جان لے کہ جو غیر حق ہے اُس کی محبت کو حق کی محبت دل سے باہر نکال دیتی ہے اور غیر کی ہستی مٹ کر ہستی حق اور وجودِ مطلق کا ثبوت بن جاتی ہے ہر شئے کی نفی اس پر دلالت کرتی ہے کہ بتحقیق ذاتِ حق ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہے۔

در ہر آئینہ روئے دیگر کو ۔۔۔ می نماید جمالِ او ہر دم
کہ در آید بکسوت حوّا ۔۔۔ کہ بر آید بصورتِ آدم

"یہاں جو بھی آئینہ ہے اس میں اسی کی صورت جلوہ گر ہے کسی دوسرے کی جھلک اس میں کہاں۔۔ یاد رکھ تری آنکھوں میں جو شکل بھی پھرتی ہے وہ اسی کی صورت ہے چاہے وہ حوّا کے لباس میں سامنے آئے یا صورتِ آدم میں جلوہ گر ہو۔ والسلام

مکتوب ہژدہم

ھوالموجود

شیخ المشائخ شیخ احمد اور شیخ معین الدین کو (بعد رسوم دعا و تحیتہ کے)
معلوم ہو یہ جہاں کہیں بھی ہوں خدا کو یاد کرتے رہیں کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہی اور رہے گی، اور کوئی شے اس کے لیے حجاب نہیں بن سکتی ہے

یار است عیاں بصورتِ کون   ایں نقش جہاں نمود بے بود
نقشے ز دوی خیالِ احول   چوں غیر یکے نہ بود موجود

" اس عالمِ تکوین میں سوائے اس محبوبِ حقیقی کے اور کوئی ہے ہی نہیں اور یہ نقشِ جہاں نمودِ بے بود ہے عدم محض ہے اور اس سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا

یہاں دو دیکھنے کا عمل دیکھنے والے کی آنکھ کا بھینگا پن ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہاں غیر موجود ہی نہیں ہے جو کچھ ہے وہ ایک اور صرف ایک ہے۔

والسّلام

مکتوب نوزدہم

ھو الموجود

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امّا بعد!

روایت ہے کہ جب بہشت والے مسندِ ناز پر متمکن ہوں گے تو اللہ پاک جو خداوند عالم اور خالقِ ابنائے آدم ہے اُن پر سلام بھیجے گا جیساکہ خود قرآن پاک میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے سلامٌ قولاً من رب رحیم "تحیتہ وسلام بھیجا گیا ہے اس رب دو عالم کی طرف سے جو رحیم و کریم ہے۔"

پھر خطاب فرمایا جائے گا جنھوں نے میرا اسلام سُنا انھیں دیکھو اور اُن کو دیکھ کر راحتِ روح اور سکونِ خاطر حاصل کرو اور اپنی دلی مراد کو پاؤ، اور یہ خطاب وسلام بارگاہ خداوندی کی طرف سے بواسطہ محبت و رافت ہوگا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ روزِ ازل سے غایت فضل و کرم کے ساتھ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے اور محبتِ خاص سے امتیاز بخشتا ہے۔

اللہ پاک نے فرمایا ہے یحبھم و یحبونہ اللہ پاک اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے (ذاتِ باری) سے محبت کرتے ہیں اور یہ امر اسی محبت کے آثار میں ہے اور اسی شوق فراواں کا نتیجہ ہے کہ حضرت خداوند نعمت نے جو صاحبانِ امر کے لئے باعثِ فخر اور اعیانِ سلطنت کے لئے وجہ عزت ہیں، صاحب السیف والقلم ہیں، علوم معقول و

منقول کے جامع ہیں اور بارگاہِ خداوندی کے مخصوص افراد میں سے ہیں جن کا نام حضرت شاہ محمد ہے، اللہ پاک ان کی محبّت برکت اور دولت کو قائم رکھے، انھوں نے اپنے موتی بکھیرنے والے قلم سے اس بندۂ گنہگار کو سلام تحریر فرمایا ہے اس کا شکریہ ادا کرنا منجملۂ لوازمات تصوّر کرنا چاہیئے اور اہل اللہ کی طرف سے اپنے حال پر اس حد تک توجہ کو سعادتِ دارین خیال کیا جانا چاہیئے کہ اُن کی روح کا اشتیاق اور اس جماعت کی محبت کوئی معمولی دولت نہیں اور نہ ہر آدمی اسکا سزاوار و مستحق ہے۔

من احب قومًا فھو منھم "جس نے کسی قوم سے محبّت کی وہ گویا انھیں میں سے ہوگیا"۔ چنانچہ ایک اعرابی مدینہ آیا اور کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کو بے حد دوست رکھتا ہوں لیکن میرا مسکن مدینہ سے بہت دُور ہے آپ میرے لئے فرمایئے کہ میں کیا کروں، آپ نے ارشاد فرمایا "آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ سمجھا جاتا ہے"۔ ہر آدمی اپنے محبوب سے قربت قریبہ رکھتا ہے اور محبت کے رشتہ کے ساتھ سچ یہ ہے کہ کوئی بُعد نہیں ہوتا اور عداوت کے ساتھ قرب کا کوئی تصوّر ممکن نہیں ؎

روزے کہ مرا ز چرخ و افلاک نہ بود | آفرینش و آب آتش و خاک نہ بود
دریادِ تو مست بودم و بادہ پرست | ہر چند نشان ز بادہ و تاک نہ بود

"وہ دن کہ جب میرے لئے نہ آسمان نہ زمین نہ آتش و آب و باد و خاک کا کوئی وجود تھا ——— اس وقت بھی میں تیری یاد میں مست اور ایک رند بادہ پرست تھا ہر چند کہ وہاں نہ شراب کا کوئی نشان تھا نہ انگور کی بیل کا"۔

حق سبحانہ و تعالیٰ جو صاحبِ قدرت و کمال اور سرچشمۂ جلال و جمال ہے

باعتبارِ حقیقتِ مطلق کے جو ازلی و ابدی ہے ہر شئے سے الگ اور ہر نسبت سے پاک و منزہ ہے لم یکن معہ شیءٌ اور وہ کسی شئے کے ساتھ نہیں تھا

؎

آنجا کہ نہ لوح نے قلم بود ہنوز
اعیان ہمہ در کتم عدم بود ہنوز

"وہ مقام کہ جہاں ہنوز نہ لوح و قلم تھے اور نہ اعیانِ ثابتہ جو ہنوز پردۂ عدم میں چھپے ہوئے تھے، طلوعِ ذات کے اس لمحہ میں خود کو اپنی ذات ہی سے پہچان رہا تھا اور اپنے جمال و کمال کو اپنی چشمِ الوہیت سے دیکھ رہا تھا۔"

جیسا کہ باری تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے ان اللّٰہ غنی عن العالمین "تحقیق کہ اللہ دونوں عالم سے پاک و بے نیاز ہے۔" اس حکم کے مطابق وہ اپنے ہی گوشِ حقیقت سے اپنی صدائے الوہیت کو سُن رہا تھا اور آشیانہ ظلمت کے پردۂ سماعت پر عدم کی ہوا چلا رہا تھا۔

در ملکِ بقا منم باستغنا فرد — با من دگرے را نبود صلح و نبرد
عاشق خود و معشوق خود و عشق خودم — نہ نشستہ ز اغیار بدامانم گرد

"میں ملکِ بقا میں اپنے انداز استغنا کے ساتھ بے مثل و یکتا ہوں مجھ سے کوئی دوسرا نہ صلح کر سکتا ہے نہ جنگ اس لئے کہ اس عالمِ کون و مکاں میں کسی دوسرے کا وجود ہی نہیں۔

میں خود ہی عاشق ہوں خود ہی معشوق ہوں اور خود ہی عشق ہوں۔ غیر کے تصوّر کی تو میرے دامن پر گرد بھی نہیں پڑی۔"

ذاتِ ذوالجلال اپنے جمال و کمال کے اعتبار سے منفرد و بے نظیر ہے لیکن اس حکم کے مطابق اللّٰہ جمیل و یحب الجمال "اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔" جمال و کمال سے محبت اس کی صفت ذاتی ہے اور

اس لئے کہ اللہ پاک نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور اسے اپنی صفات کا خلعت پہنایا ہے۔ پس محبت جمال حق سبحانہ و تعالیٰ کی صفتِ ذات اور شانِ کمال ہے۔

اے ارجمند دلبند اب یہ بات سمجھ لے کہ اللہ پاک اپنے سے دوستی رکھنے والوں کے دلوں کو شاد اور اُن کی طبیعتوں کو اپنے انعامات سے آباد رکھتا ہے اور اُن کو نجات کی خبر اور آخرت کی تکالیف سے رہائی کی بشارت دیتا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون "آگاہ ہو کہ اللہ کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن وملال"۔

اللہ پاک تیری بقا کو دوام عطا فرمائے، اب تو جان لے کہ اللہ پاک کے دوست کون ہیں جن کے لئے یہ مژدۂ جانفزا سنایا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن پڑھنے والے اللہ پاک کے دوست ہیں جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خیرکم من تعلّم القران (وعلمہ) "تم میں سے بہتر وہ ہیں جو قرآن پاک پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اولیاء اللہ علماء اور فقہاء ہیں جو حرام وحلال میں تمیز کرتے ہیں اور دوسروں کو اس سے آگاہی بخشتے ہیں —— امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر علماءؒ خدا کے دوست ہیں تو سمجھ لو کہ پھر روئے زمین پر خدا کا اور کوئی ولی نہیں ہے لیس اللہ فی الارض ولی روئے زمین پر اللہ کا کوئی دوسرا دوست نہیں۔

یہ لوگ مسلمانوں کے محافظ اور اسلام کے حامی ہیں اور اس اعتبار سے اولیاء اللہ کا اطلاق انھیں پر ہوتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ خدا کے ولی وہ لوگ ہیں کہ جو خلوت نشین ہیں اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں لیکن جب خدا کے نبی سے (ان پر صلوٰۃ وسلام ہو) پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ افراد ہیں کہ لوگ ان کو دیکھتے ہیں تو انھیں خدا یاد آتا ہے۔

اور اللہ پاک کے ساتھ کمال محبت یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو دل کی گہرائیوں کے ساتھ دوست رکھے تا آنکہ دوسرے کی طرف بالکل توجہ نہ رہے اسی کو "استغراق" کہتے ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ محبت انسان کو اس مقام تک لے آئے کہ اُس کا معبود وہ ہو، مقصود وہ ہو اور موجود صرف اُس کی ذات ہو۔ ع

در ہر چہ نگہ کنم توئی پندارم

"میں جس شے پر نگاہ کرتا ہوں اس میں مجھے تو ہی تو نظر آتا ہے"۔ شاید تم اس کیفیت کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہو۔ اے اللہ تو اپنی محبت کو نیز اُن لوگوں کی محبت کو جو تجھ سے محبت کرتے ہیں میرا رزق بنا دے یعنی مجھے اس محبت کی توفیق دے۔

خدا کے اس گنہگار بندے کی ان چند سطروں کو اپنے پاس رکھیں اور کبھی کبھی مطالعہ فرماتے رہیں اور کسی کو نہ دکھلائیں۔ والسلام

علیٰ من اتبع الہدیٰ



مکتوب ہفتم

ھوالموجود

بحضرت شیخ المشائخ شیخ ہاشم ایضاحی جو صاحب فضل و اکرام ہیں، کشافِ معانی ہیں، آیات و مثانی کو روشن کرنے والے ہیں، قرآنی حقائق کے نکتہ فہم ہیں اور بارگاہِ الٰہی کے مخصوصین میں ہیں، اللہ پاک اُن کو دوام بقا سے سرفراز فرمائے۔ آداب و تحیات کی ادائگی کے بعد اللہ پاک کا یہ ضعیف ترین بندہ عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ کا موّدت نامہ پہنچا، کاشفِ حالات ہوا۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس شعر کے معنی دل میں پیدا کر رہے ہیں بیان فرمائیے۔ شعر یہ ہے ؎

عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالبِ دوست　　عجب آنست کہ من واصل و سرگردانم

" یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک طالب دوست دیوانہ وار پھرے اور سرگشتہ و حیران نظر آئے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ مجھے اس کا وصل نصیب ہے میں پھر بھی پریشان و سرگرداں ہوں۔ اس بیت کے جو معنی دل میں خلش پیدا کر رہے ہیں وہ یہ ہیں کہ وصل عبارت ہے مقام فنا سے۔ اس اعتبار سے صاحبِ وصل فانی ہے پھر سرگرداں کون ہے اور کیوں ہے

اب اے عزیز با تمیز یہ سمجھ لے کہ اللہ تجھے "واصلین" کی کرامت سے قریب کر دے جس کے معنی خود ذاتِ خداوندی سے قربت کے ہیں ؎

مایرجع الطرف عنہ عند رؤیتہ　　حتّی یعود الیہ الطرف مشتاقا

" جمالِ دوست جتنا چاہے خود کو ظاہر کرے اس کا غلبۂ شوق بڑھتا ہی جاتا ہے اور نظر اس کی جانب بے تابانہ رکھتی ہے۔ یہی بیتابی و بے قراری ایسی سرگردانی و حیرانی کا باعث ہے جس کو در اصل سرخوشی و وجد کا عالم کہنا چاہیئے۔

واللہ اعلم بالصواب " اللہ پاک بہتر جاننے والا ہے "

مکتوب بست ویکم

ھوالموجود

بحضرت شیخ المشائخ مقبول بارگاہِ خداوندی شیخ علی، اللہ پاک اُن کو صفات بقا سے نوازے اور اہلِ اسلام کو اُن سے ایک زمانے تک استفادہ کا موقع عطا فرمائے۔ (آمین)

رسوم تحیتہ وسلام کی ادائگی کے بعد بندہ عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ بارگاہِ الٰہی کی طرف سے حضرت داؤد علیہ السّلام کو پیغام بھیجا گیا کہ اے داؤد اپنے نفس کے ساتھ مخاصمت اختیار کرو اور یہ سوچ لو کہ تمھارا نفس ایک ایسا دشمن ہے جو ہمہ وقت مخالفت پر آمادہ نظر آتا ہے، اور انسان کے نفس کی دشمنی بالکل ظاہر ہے۔ اللہ پاک چاہتا ہے کہ تمام مخلوقات میری ثنا و صفت بیان کریں اور کوئی شخص بھی کلماتِ بد زبان پر نہ لائے۔ اس کے علاوہ اور دوسرے امور ہیں جن کی تفصیل اس ورق میں نہیں سما سکتی۔

اب اے عزیز اللہ پاک تمھیں نفسِ کافر پر فتح عطا فرمائے تمھیں یہ جاننا چاہیئے کہ نفس کیا ہے وہ "من و تو" اور "ما و او" جاننا ہے ؂

ازیں کافر کہ مار اور نہاد است　　مسلماں درجہاں کافر فتاد است

"یہ نفس کافر جو ہمارے اندر چھپا ہوا ہے اس سے ہزاروں ایمان والے کافر ہو گئے"۔

اس نفس کافر نے راہِ حق کو روک رکھا ہے اور اہلِ طلب کو توحید کے قریب نہیں آنے دیتا، اور نفس کو زیر کرنے میں کامیابی اُسی وقت میسر آسکتی ہے جب صحنِ دل کے شجرِ نفسانیت کو جڑ سے کاٹ کر ختم کر دیا جائے۔

پیشۂ مرد چیست نفیِ وجود   مرد ایں پیشہ باش تا باشی

مرد کا پیشہ (مردانگی) کا شیوہ وجود کی نفی کرنا ہے۔ جب تک تجھ سے ہو سکے اس پیشہ کو اختیار کر، اور اس رویّے میں اپنے ثباتِ قدم کو قائم رکھ۔

جب نفس کی نفی میسّر آتی ہے تو اس سے نفیٔ خودی رونما ہوتی ہے اور اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی معنی ہیں من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنے نفس کو مقامِ فنا میں پہچانا اُس نے اپنے رب کو عالمِ بقا میں پہچانا یعنی خود کو فانی تصوّر کیا اور حق تعالیٰ سبحانہ کو باقی جانا۔

اس وقت لا الٰہ الا اللہ کا جمال دل پر پرتو فگن ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ اپنی نفی اور اثباتِ حق قائم ہو جاتا ہے اور یہی حقیقی اسلام ہے جیسا کہ اللہ پاک نے اس آئینۂ روشن میں فرمایا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون " اور وہ تمھارے نفوس میں چھپا ہوا ہے لیکن تم اُسے نہیں دیکھتے"، یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمھارا نفس اس کے وجود پر دلیل ہے لیکن تم اس روشن دلیل کو سمجھ نہیں پاتے۔

کسی شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا این اللہ (ذاتِ باری کہاں ہے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جواب میں فرمایا فی قلوب عبادہ المومنین " وہ اپنے مومن بندوں کے قلوب میں ہے"۔ جس سے یہ مراد ہے کہ مومن کی حقیقت ذاتِ حق ہے۔ چنانچہ بارگاہِ خداوندی سے آنحضرت ؐ کو یہ پیغام دیا گیا قل جاء الحق وزھق الباطل "حق آگیا اور باطل چلا گیا"، یعنی وجودِ حق ثابت ہو گیا اور وجود غیر حق باطل ہو گیا، اور یہ وہ مقام ہے جہاں نحن اقرب الیہ من حبل الورید کا بھید کھُل جاتا ہے۔ میں اپنے بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ جس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اے میرے بندے تو نہیں ہے میں ہوں۔ میں تیری ہستی بن گیا ہوں۔

چنانچہ مجھ فقیر کے پیر و مرشد نے فرمایا ہے ؎

غیر تو موجود واجد کے بود   غیر تو مشہود و شاہد کے بود
غیر تو ایں جا و آنجا کے بود   ظاہر و باطن ہمانا وے بود
گر حروفِ غیر بینی وے بود   جز وجود بے وجودے کے بود

"تیرے علاوہ جب کوئی موجود ہی نہیں ہے تو پانے والا کون ہوگا۔ تیرے سوا جب کوئی مشہود نہیں تو کسی شاہد کا کیا سوال ہے۔"

"بجز تیری ذات کے یہاں اور وہاں کہیں بھی کچھ نہیں۔ ظاہر و باطن بس وہی ہے صرف وہی ہے۔"

"اگر غیر کا لفظ بھی کہیں موجود ہے تو اس سے مُراد اسی کی ذات ہے اس لئے کہ اُس کے وجود کے علاوہ تو کوئی وجود ہے ہی نہیں۔"

اگر تم یہ چاہتے ہو کہ رازِ حقیقت تک تمھاری رسائی ہو جائے تو حضرت شیخ اوحد الدین کرمانیؒ کی اس رباعی پر غور کرو ؎

من یکے جانم و صد ہزار ست تنم (کذا)   ایں چہ جانست و چہ تن جملگی خویش تنم
من کہ خود را دگرے ساختہ ام ایں عجب است (کذا)   کار ارشاد کنم آں دگرے را کہ منم

"میں جو ایک جان ہوں میرے ہزار تن ہیں، لیکن کیا یہ جان اور کیا یہ تن میں تو تمام خود ہی ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اپنا غیر بنا رکھا ہے، یہ تعجب کی بات ہے کہ اس غیر کو میں کام سپرد کرتا ہوں جبکہ وہ غیر میں خود ہی ہوں۔"

اب تم جان لو کہ "تُو" کون ہے، وہ واجب الوجود ہے جو تیری ہستی بن گیا ہے، جس شخص نے اس بھید کو پا لیا اُس نے اپنی وہمی اور خیالی ہستی سے نجات حاصل کرلی اور جس نے اُس حکم کے مطابق کہ امانتوں کو اُن تک پہنچا دو جن کی وہ امانتیں ہیں ان اللہ یامرکم ان تودوا

الامانات الیٰ اھلھا۔ اپنے وجود کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور احساسِ وجود سے کہ وہمِ محض ہے اس سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا، رہائی حاصل کر لی اسی نے سچائی کو پالیا۔

چوں بدانستی کہ خاک کیستی　　فارغی گر مُردی و ر زیستی

"جب تو نے یہ جان لیا کہ تو کس کی خاک ہے تو اب تو اِس خرخشے سے آزاد ہو گیا کہ تو زندہ ہے یا مُردہ ہے۔"

اب اے دلبند ارجمند تمھیں چاہیئے کہ دوام ذکر اختیار کرو چاہے تم کھڑے ہو چاہے بیٹھے ہو چاہے لیٹے ہو چاہے تکیہ لگائے ہوئے ہو تاکہ تمھیں استغراق کی حالت حاصل ہو جائے جو مسلسل ذکر و فکرِ حق میں ڈوبے رہنے کی کیفیت ہے۔ اُس وقت تو تفرقوں سے آزاد ہو جائے گا اور تیرا دلِ غمگین شاد و آباد ہو گا اور تیرے تنِ ویران میں بہار آ جائے گی تیرے تمام کام راستی و استواری کے ساتھ چلیں گے اور تیرا دل تجلّیاتِ الٰہی اور ترقیات لاانتنا ہی سے روشن ہو گا۔

نظرے کن کہ غیر یک شئے نیست　　گرچہ اندر ظہور اشیا شد

لیس فی الدار غیرہ دیّار　　دیدۂ ما بعین بینا شد

"اگر بنگاہِ غور دیکھے تو تجھ پر یہ راز منکشف ہو جائے گا کہ یہاں غیر کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ اگرچہ عالمِ ظاہر میں اُس نے بہت سی اشیار کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس دارِ دنیا میں کوئی بھی تو اُس کے علاوہ ایسا نہیں جس کو اس مکان کا مکین کہا جا سکے۔ ہماری آنکھیں عین حق ہی کو دیکھتی ہیں اور عین حق ہی کے وسیلے سے دیکھتی ہیں۔"

اس کا ہمیشہ مطالعہ کرتے رہیں کسی کو نہ دکھلائیں۔ شیخ طاہر کو میرا سلام پہنچائیں۔ والسلام

مکتوب بست و دوم

ھوالموجود

واجبات سلام و دعا کی ادائگی کے بعد جو اولیاء اللہ کے خدّام اور دوستوں پر واجب ہے یہ فقیر جو اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ کمزور اور حقیر ہے (جو اولیاء اللہ سے اکتساب نور کرتا رہتا ہے کہ ذاتِ الہٰی کے مشاہدے میں ڈوبے ہوتے ہیں اور جن کو حضوری کی دولت حاصل رہتی ہے بالخصوص شیخ امان سے جو اولیائے زمانہ کے قطب ہیں، جمالِ ذات حق کے مشاہدے میں ہمیشہ مستغرق رہتے ہیں، حضرت شاہ کے نائب مناب ہیں، اور قطب الاولیاء کی درگاہ کے خلیفہ ہیں، جن کی ذات اہلِ طریقت کی مرشد اور خورشیدِ حقیقت کی جلوہ گاہ ہے) عرض کرتا ہے کہ اللہ ان کے (شیخ امان کے) ایمان اور امن و امان میں برکت و دوام عطا فرمائے۔ اور اُن کے دینی بھائیوں اور دوستوں کے قلوب کو نورِ معرفت سے منوّر کرے۔

ان من عبا داللّٰہ لاناس یغبطھم الانبیاء والشھداء ماھم بانبیاء والشھداء اس حکم کے مطابق کہ تحقیق اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء رشک کرتے ہیں اگرچہ وہ انبیاء و شہداء میں نہیں ہیں۔ چونکہ نبوّت اور اس کے مراتب محض اللہ پاک کا فضل و انعام ہے پس اگر حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کسی بندے پر اس طرح مہربان ہوجائے اور اُس پر اپنا کرم اور بخشش فرمائے کہ بعض مراتب میں اس کو انبیاء پر بھی فضیلت حاصل ہوجائے تو انبیاء کو اس پر رشک آنا مسلّم ہوجاتا ہے۔ غرض کو اُس نے اپنا جلوہ دکھا دیا یہ اُس کا کرم ہے، اور جس کو نہ دکھایا وہ گویا حکمِ قضا و قدر ہے (جس کے معاملے میں کسی کے لئے دم مارنے کی گنجائش

نہیں ہے۔

آسمان وزمین در کارند روشنائی زاولیار دارند

" آسمان وزمین جو برابر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں وہ اولیار اللہ سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں "

وہ لوگ جو انبیاؑ اور شہدار کے لئے باعث رشک ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اعمال کی خبر دی ہے ھم قوم تحابوا بروح اللہ من غیر رحم ولا صلقہ بینھم ومن غیر اموال یتعاطونہا وجوھم نور وانھم علیٰ عنابر من نور لا یخافون اذا خاف الناس۔ ثم قرء الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون اس حکم کے مطابق بھی کچھ لوگ ہیں جو محض اللہ کے لئے لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور اُن کی یہ محبت کسی رشتہ داری کے تعلق یا صلہ واجر کے خیال سے نہیں ہوتی اور وہ مال و دولت کی خواہش سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اُن کے چہرے پُر نور ہوں گے اور وہ روشنی کے منبروں پر متمکن ہوں گے، جب دوسروں پر خوف طاری ہوگا تو وہ خوف سے مامون ہوں گے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون آگاہ ہوجاؤ کہ تحقیق اولیار اللہ وہ ہیں جن کے لئے نہ خوف ہے اور نہ حزن وملال۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت شاہ کے نائبوں کا وسیلہ تحابوا فی اللہ کے سلسلے سے وابستہ ہے۔ پس اس فضل وکرم سے بھرے ہوئے خط میں جو حضور والا نے مرقوم فرمایا تھا اللہ اکبر چونکہ یہ فقیر عالم ملکوت وجبروت ولاہوت کی روشنیوں کو حضرت شاہ کی بارگاہ اور آپ کے خلیفہ مطلق شیخ امان سے اکتساب کرتا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ آثار عالم ناسوت کا استفادہ جو عالم ملکوت

سے کمتر ہے اس فقیر کیلئے بغیر آپ کی توجہ کے ممکن ہوگا اور میرے بھائی شیخ مبارک جو
حافظ کلام ربانی ہیں، اور اس فقیر کے ساتھ جن کی اخوت و برادری
کا رشتہ نسبی اور نسبی اعتبار سے ثابت ہے۔ بے نواؤں پر اللہ پاک
عنایت فرماتا ہے اس کا یقین رکھتے ہیں لشکر منصورہ میں حاضر ہوئے
ہیں از راہِ کرم اُن کو اپنی نوازشوں میں شامل رکھیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ



مکتوب بست و سوم

هوالموجود

شیخ المشائخ شیخ امان کی خدمت میں جو عصرِ موجود کے پیرِ طریقت اور ہمارے زمانے میں مرشدِ راہِ حقیقت ہیں۔ اللہ پاک ان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اپنی رحمتوں کے ساتھ ان کو بقا عطا فرمائے۔ یہاں سوائے ذاتِ حق کے کوئی موجود نہیں ہے۔ اللہ پاک نے خود کہا ہے کیا یہ شک میں ہیں اُس خدا کے بارے میں جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔

آداب نیاز مندانہ کے بعد یہ کمترین خلائق بندہ عبدالرزاق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کا صحیفہ (مثال واجب الامتثال) خلعتِ سعادت اور خرقۂ کرامت کے ساتھ صادر ہوا جو صوری اور معنوی اعتبار سے اللہ پاک کی بڑی عنایتوں اور بخششوں میں سے ہے جو کہ حضرت سید السادات منبعِ سعادات ناصر الاسلام والمسلمین سیّد اسمٰعیل نے اپنی عنایت بے نہایت اور لطف بے کراں کے ساتھ قاضی عبدالفتاح کے ہاتھ مجھکو بھیجا ہے، اللہ پاک اُن کو اپنی رعایاتِ جلیل سے نوازے، اُن کی روحانی صفات کو قائم دائم رکھے اور اُن کے مریدوں کو ایک زمانے تک اُن سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا موقع عطا فرمائے۔

وہ اس فقیر بے تدبیر کو بہترین لمحات میں اور ایسی مبارک ساعتوں جن کو شریف ترین اوقات کہا جا سکتا ہے سیّد السادات سید یوسف علی کے معرفت پہنچا، اللہ پاک اُن کے روحانی ارادوں اور مُرادوں کو بقا عطا فرمائے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

اس عاجز کی زبان سیّد اسمٰعیل کے اس عطیۂ سعادت کے لئے کلماتِ سپاس کی ادائگی میں قاصر ہے۔ اس خلعتِ کرامت کے بارے میں کیا عرض کروں۔ خداوند قدوس کی قسم کھا کر التماس کرنا چاہتا ہوں جس نے اپنے بندوں کے بارے میں یہ فرمایا ہے وقلیلٌ من عبادی الشکور اور ہمارے بندوں میں بہت کم ہیں جو ہمارے شکر گذار ہوتے ہیں۔

حضرت کا یہ فرستادۂ خاص قاصد آستانۂ شریف اور بارگاہِ عالی کی طرف توجہ فرما ہوتا ہے تاکہ اس عاجز کا عرض نامہ اس صاحبِ اقبال کی نظر مودت اثر تک پہنچا دے اور امید ہے کہ میں مطلع کیا جاؤں گا۔ اور سلامتی ہو ہدایت کی اتباع کرنے والوں پر۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ



مکتوب بست و چہارم

هوالموجود

حضرت شیخ المشائخ شیخ محمد کی خدمت میں، جو مرشد زادے اور مخدوم ہیں، ملک العلماء اور افصح الفصحاء ہیں، اور اپنے وجود ظاہر و معنوی کے اغتبار سے معقول و منقول کی ردائے علم سے آراستہ ہیں، جو انسان ہونے کے رشتے سے فانی ہیں اور صفاتِ الٰہیہ سے نور پانے اور ذات باری کی صفتِ بقا سے نسبت رکھنے کے باعث باقی رہنے والے ہیں۔ اللہ پاک اُن کی صفاتِ حمیدہ کو دوام بقا سے سرفراز فرمائے اور دنیا و آخرت میں اُن کو اپنی عظیم برکتوں اور سعادتوں سے نوازے۔ (آمین)

یہ خاکسار کہ بہت کمزور کردار رکھنے والا انسان ہے اور جس کا نام ابو عبداللہ عبدالرزاق ہے، خدمت عالی میں عرض کرتا ہے کہ حضرت والا نے (جن کی ذات میری امیدگاہ ہے اور جو میرے مرشد و مولیٰ ہیں) جو صحیفۂ کرم ارسال فرمایا ہے وہ اس حقیر کو موصول ہوا۔ اُس کو ادب کے ہاتھوں سے کھولا، آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھا۔

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نامۂ عنایت کی صورت میں دولت دوجہاں میسر آئی۔ چونکہ حضرتِ والا نے جو میرے مخدوم ہیں دونوں دنیاؤں میں صاحبِ سعادت اور وسیلۂ برکات ہیں مجھے پیرانِ چشت اہلِ بہشت کی طرف سے اجازت مرحمت فرمادی۔[۱]

تم — تم — تم

---

[۱] ممکن ہے جس ورق کا اس سے پہلے ذکر آیا ہے وہ یہاں سے غائب ہو۔

اضافات

مکرمی بھائی نسیم احمد علوی کے خط کے جواب میں منظر حسین صاحب نے قلمی نسخہ اور خانقاہ کے بارے میں بعض ضروری معلومات بہم پہنچائیں، جو مقدمہ کی کتابت کے بعد موصول ہوئیں۔ انھیں سطورِ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۸۲۲ء (مطابق ۱۲۳۷ھ) میں سید شاہ اسد اللہ عرف شاہ چامان نے اپنی کتابیں اپنے صاحب زادے سید شاہ عنایت حسین کو ہبہ کیں اور پھر شاہ عنایت حسین صاحب نے ۱۸۷۲ء مطابق ۱۲۸۸ھ میں اپنی دیگر املاک کے ساتھ کتب خانہ بھی وقف کر دیا۔ کتب خانہ کی تمام علمی کتابیں اس عہد سے اب تک محفوظ ہیں۔

اس قلمی نسخہ کے شروع کے ورق پر چار مہریں ہیں۔ ان میں سے ایک مہر میں ۱۱۱۳ھ موجود ہے۔ نام نہیں پڑھا جاتا لیکن ...... "خاں بہادر" کے الفاظ قابلِ قراءت ہیں۔ دوسری اور چوتھی مہر پڑھی نہیں جا سکتی۔ تیسری مہر میں شاہ عالم کا لفظ پڑھا جاتا ہے نیچے کوئی نام ہے جس کے ساتھ "خان" لکھا ہوا ہے۔

بعض دوسری تحریریں بھی اس صفحہ پر موجود ہیں جو بطور یادداشت قلمبند کی گئی ہیں۔ ان میں حضرت شاہ عبدالرزاق کا نامِ نامی بھی ہے جس کے ساتھ حسنِ عقیدت کا اظہار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ کر کیا گیا ہے۔ اسی صفحہ میں "یک ورق کم ہست" بھی تحریر ہے۔ رجب المرجب سنہ ۳ عرض دیدہ شد بھی لکھا ہوا ملتا ہے اور اس کی طرف بھی بزبانِ قلم اشارہ موجود ہے کہ اس مخطوطہ کی قیمت دو روپیہ ادا کی گئی ہے۔

آخری ورق پر کل پانچ مہریں ہیں بڑی مہر نسبتاً زیادہ صاف اور روشن ہے اور عالمگیر بادشاہ کے نام سے مزیّن ہے۔ اس کے نیچے جو عبارت ہے اُسے منظر حسین صاحب نے "قید خانہ" پڑھا ہے۔ ممکن ہے یہ کوئی دوسرا لفظ ہو اس لیے کہ قید خانوں میں مخطوطات کی موجودگی کچھ زیادہ قرینِ قیاس نہیں اور بھی کئی سنین کا اندراج آخری صفحہ پر ہوا ہے اور اس حقیقت نفس الامر کی جانب ایک اشارہ ہے کہ مختلف وقتوں میں جن اصحاب علم کے پاس یہ قلمی نسخہ رہا ہے اس کے مطالعہ کے بعد یا کتابوں کی حساب گیری کرنے پر "دیدہ شد" لکھا ہے۔

اس نوع کے تحریری اظہار کے ساتھ ۱۷ سنہ عالمگیری + ۲۶ محرم ۲۶ سنہ بھی لکھا ہے۔ ایک اور تحریر ۲۹ ذی الحجہ ۳۱ سنہ عرض دیدہ شد" کے ساتھ اس ورق پر درج ہے۔

یہ بھی لکھا گیا ہے مکتوبات سید عبدالرزاق بہ خط نستعلیق وجدول مطلّا بقول صاحبِ مکتوب اسی آخری صفحہ پر ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ اسے بتاریخ بست وششم ربیع الثانی سنہ (لکھا گیا)

بایں ہمہ نسخہ کے ساتھ کوئی باقاعدہ ترقیمہ یا عبارت خاتمہ موجود نہیں جس سے یہ پتہ چل سکے کہ اسے کس نے تحریر کیا اور کس کی فرمایش یا خواہش پر اس کی تبئیض کا کام عمل میں آیا۔ تمام مخطوطہ ایک ہی خط اور روشنائی سے تحریر ہوا ہے۔ پورا نسخہ اپنے بین السطور کے اعتبار سے مذہّب ہے بسم اللہ اور بعض دوسرے کلمات جیسے خطبۃ الوداع وغیرہ خاص الفاظ شنجرفی روشنائی سے تحریر کیے گئے ہیں۔

یہ نسخہ اپنی موجودہ تقطیع کے لحاظ سے ۲۰×۱۰/۱۷ سینٹی میٹر ہے۔ متن آخری ورق کے بعض حصّوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے کرم خوردگی یا نم آلودگی سے پاک ہے۔

اس کی جلد تقریباً ایک سو برس پرانی ہے اور اس میں اس نسخہ کے علاوہ کوئی دوسری کتاب مجلد نہیں ہے۔

اوراق پر نشانات شمار موجود ہیں۔ حاشیہ پر کوئی تحریر نہیں ملتی۔ اشعار نثری عبارات کے انداز سے ضبطِ تحریر میں آئے ہیں۔ یہ کتاب دوسری قلمی کتابوں کے ساتھ پیر دمڑیا بابا کی لائبریری کے لیے اس سلسلہ میں بنائے گئے ایکٹ کے مطابق رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔

موصوف نے اپنے خط میں اس کا تذکرہ بھی فرمایا ہے کہ پیر دمڑیا بابا کا خاندانی سلسلہ دو سلسلوں کے وسیلے سے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی تک پہنچتا ہے۔ ان میں قابلِ ذکر شیخ حسام الدین مانکپوری کا سلسلہ ہے۔

خاندان پیر دمڑیا عہدِ بلبن میں ہندوستان آیا اور اس کے ایک فرد حضرت سید ظہیر الدین واسطی حضرت محبوب الٰہی سے بیعت ہوئے اور طریقۂ سہروردیہ میں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی سے توسّل اختیار کیا۔

اس خاندان کے افراد دہلی، میرٹھ اور پھر سیوان (بہار) میں قیام پذیر ہوئے اور سکندر لودھی کے حملہ ۱۵۱۰ء کے بعد مضافات بھاگلپور چلے آئے۔ اسی وقت سے اس علاقہ میں اس کا سلسلۂ رشد و ہدایت قائم ہے۔ شہر بھاگلپور میں ۱۵۷۶ء سے آباد ہے۔

سید منظر حسین صاحب کے والد جناب سید شاہ منظور حسین عرف شاہ فخر عالم صاحب پچاس سال تک صاحب سجّادہ رہنے کے بعد ۱۹۷۶ء میں رحلت فرما گئے۔

مرحوم کو علمِ تفسیر و سیر سے خصوصی دلچسپی تھی۔ تمام عمر سلوک و تصوّف کے مشاغل و معمولات میں گذاری۔ ان کے زمانہ میں کتب خانے

کو بہت ترقی ہوئی اور آپ نے اس کو وسعت دینے میں۔ بڑی سعی فرمائی۔

خود منظر حسین صاحب جامعہ ملّیہ میں ابتدائی تعلیم کے مراحل طے کرنے کے بعد علی گڑھ گئے اور ۱۲ سال تک وہاں مصروفِ تعلیم رہے۔ اور آج کل اس درگاہ کے صاحبِ سجّادہ ہیں۔



رجسٹرڈ نمبر ۲۷۵۸۰ گورنمنٹ ہند

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ کی مطبوعات

تاجدارِ مدینہ } خدا کے پیارے نبی سچے رسول اور سب سے اچھے انسان کی پاک زندگی کے پاک حالات بہت صاف ستھری اور پیاری زبان میں لکھے گئے ہیں۔ بچوں کے لئے حضور پُرنور کی زندگی پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں یہ اُن میں ایک بہت اچھی کتاب ہے۔ اسی نسبت سے اس کی کتابت۔ کاغذ اور چھپائی بھی بہت اچھی ہے۔ اس خیال سے کہ یہ اچھا اور سچا تحفہ سب بچوں تک پہنچ سکے۔ اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ اکتیس پیسے

سیرتِ بلالؓ } (از منشی وجاہت حسین جھنجھانوی) حضرت بلالؓ اسلام کے پہلے موذن ہیں۔ آپ نے جو اذان حضورؐ کے سامنے بلند آواز سے کہی تھی آج اس کی صدا سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور ایمان کی روشنی پھیل رہی ہے۔ عاشق رسولؐ حضرت بلالؓ کی سیرت ایک اچھی اور سچی زندگی کی روشن مثال ہے۔ مصنّف نے اس کتاب کا ایک ایک حرف باوضو ہوکر لکھا ہے۔ نفیس کتابت و طباعت کے ساتھ قیمت ایک روپیہ ۶۲ پیسے

نورِ محمّدی } قطبِ عالم حضرت میانجیو نور محمد قدس سرہٗ اپنے وقت کے بہت بڑے روحانی پیشوا اور عالم شریعت اور دانائے اسرارِ طریقت تھے۔ آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مدنی کے پیر و مرشد تھے۔ اور اس اعتبار سے سلسلۂ عالیہ امدادیہ کے راس رئیس ہیں۔ یہ کتاب آپکی حیاتِ باکرامات کا ایک روحانی مرقع ہے۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

طریق القلندر } یہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کا وہ معرکۃ الآرا وعظ ہے جو آپ نے حضرت خواجہ شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتی کے مزار مقدس کے قریب ایک عظیم اجتماع میں فرمایا تھا اور جس میں طریق قلندریہ کی توضیح و تشریح فرمائی تھی۔ اس عظیم وعظ کی دینی و روحانی اہمیت کے پیش نظر اُسے مدرسہ نور محمدیہ کے ادارہ نے کتابی صورت میں طبع کرایا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ پچاس پیسے۔

صحائف معرفت } مصنفہ حضرت شاہ العالمین شاہ عبد الرزاق علوی قادریؒ۔ اصل کتاب فارسی میں تھی۔ چار سو سال بعد ڈاکٹر تنویر احمد علوی ایم اے۔ پی ایچ ڈی، ڈی لٹ سے اردو ترجمہ کرا کر مدرسہ نور محمدیہ نے زرِ کثیر صرف کر کے شائع کی ہے اس کتاب میں حضرت نے

تصوف و معرفت کے مسایل کو ایسے دل نشین انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اس کے پڑھنے والا یہ محسوس کرے گا کہ حضرت شاہ العالمین خود اس سے مخاطب ہیں۔ یہ کتاب اثر و تاثیر سے بھرپور ہے۔ صحائفِ معرفت چیں کرنا اُسی کا کام ہو سکتا ہے جو خود عارف باللہ ہو۔ معرفت کے میدانوں سے گذرا ہوا ہو۔ راہِ سلوک کے نشیب و فراز سے واقف ہو۔ اس کتاب میں طریق کو نہایت سلجھے ہوئے انداز میں بصیرت تامہ کے ساتھ اول سے آخر تک کھول دیا گیا ہے۔ حضرت نے شریعت و طریقت کے تمام مسایل کو آیاتِ کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اقوالِ سلف کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔ یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ طریقت و حقیقت کی بنیاد شریعت ہے۔ اس کے علاوہ اوصافِ حمیدہ کی تحصیل اور خصائل رذیلہ سے کنارہ کشی کی ترغیب اس خاص انداز میں دی گئی ہے جو اہلِ طریقت کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے ہر عبادت کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ درجہ ہے جس تک عوام پہنچتے ہیں۔ دوسرا وہ جو خاصانِ خدا کا ہے۔ اور تیسرا وہ جو بہت ہی خاص بندوں کا ہے جنھیں مقربانِ بارگاہِ الٰہی کہنا چاہیئے۔ نیز نادر تحریروں۔ یادگار عمارتوں و مزارات کے فوٹو بھی ہیں۔ قیمت مجلد آٹھ روپیہ۔ بلا جلد سات روپے

تاریخِ محمودی اس کتاب کا متن شمالی ہندوستان کی تاریخ کے ایک گم شدہ ورق کی بازیافت کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کتاب کے وسیلہ سے پہلی بار مغربی یو۔پی کے اضلاع مظفر نگر، سہارن پور، میرٹھ اور ہریانہ کے ضلع کرنال کے وسیع علاقے میں برپا ہونے والی ایک بڑی جنگ اور ایک ایسے تاریخی جہاد کا حال معلوم ہوتا ہے جو حضرت میر میراں سید السادات امام العساکر آلِ شہیدِ کربلا، امام ناصر الدین محمود شہید سبزواری خراسانی قدس سرہٗ اور اس علاقہ کے حکمرانوں کے درمیان ۵۸۰ھ میں ہوا۔ اس کے ذکر سے ہماری تاریخیں خالی ہیں۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔ اس کا ترجمہ ڈاکٹر تنویر احمد صاحب علوی پی ایچ ڈی، ڈی لٹ نے اردو میں کیا ہے۔ اس کتاب میں مجاہدین و اکابرین شہداء کے مزارات و آثار کے فوٹو بھی شامل کئے گئے ہیں۔ کتابت و طباعت بہترین قیمت مجلد دس روپے۔ غیر مجلد نو روپے۔

(محصول ڈاک بذمہ خریدار)

ضروری گذارش ادارہ مدرسہ نور محمدیہ کی شائع کردہ تمام مطبوعات مدرسہ ہذا کی ملکیت ہیں اس لئے ان کا منافع بھی مدرسہ ہی کو پہنچتا ہے۔ لہٰذا مدرسہ کی مطبوعات کے خریدنے والوں کو دو منافع ملتے ہیں۔ پہلا منافع دینی معلومات میں اضافہ اور دوسرا منافع مدرسہ کی امداد کا اجر۔ یہ دونوں باتیں باعثِ ثوابِ دارین ہیں۔ نوٹ:۔ پتہ اردو اور انگریزی میں صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں۔

خط و کتابت اور آرڈر اس پتہ پر کیجئے:۔ نسیم احمد علوی بانی و مہتمم مدرسہ نور محمدیہ قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر